عقیقہ کے احکام

تصنیف لطیف

حضور فیضِ ملّت مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ ابو الصالح مُفتی

نور اللہ مرقدہ

مُحمد فیض احمد اُویسی رضوی

www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحْمَدُه، وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِه الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰله وَاَصْحَا به اَجْمَعِیْنَ

امابعد! عَقیقہ عربی لفظ ہے بروزن فعیلہ مُشْتَق از "عَقّ" بِالتَّشدیدِ الْقاف، اِس کا معنٰی لغت میں پھاڑنا، اور لڑکے کی طرف سے قربانی کرنا، اُس کے پیدا ہونے کے بعد، اور ماں کے پیٹ کے وہ بال جو لڑکے کے سر پر ہوتے ہیں دُور کرنا۔ اور عَقیق جو اَمیر کے وزن پر ہے، اور عِقَّہ (بِکَسرِ العَین وتَشدیدِ القاف) کے ساتھ، اور عَقِیقَہ (بروزن سَفِینَہ) اِنسان اور حَیَوان کے بچے کے بال، نیز عقیقہ بمعنی اونٹ کے بچے کے بال کے بھی ہیں۔ اور وہ بکری یا مینڈھا جو بچے کی پیدائش کے اُسی ہفتہ کے اندر نَومولود کے لیے قربان کیا جائے۔

لفظِ عقیقہ ہَم وَزنِ سَفِینَہ، " عقة "(بکسر العین) سے مُشْتَق ہے۔ لغت میں اُن بالوں کو کہتے ہیں جو جُملہ حیَوان اور اِنسان کو پیدائش کے وقت ساتھ ہوتے ہیں، نیز اونٹ کے بچے کے پَشْم (نرم بال) وغیرہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور شریعت میں اُس بکری اور ذَبیحہ کو کہتے ہیں جو بچے کی پیدائش پر پہلے ہفتہ کے ساتویں روز بالوں کے مُونڈنے کے وقت کی جاتی ہے۔

شہاب الدین أبو العباس أحمد بن محمد الشافعي القسطلاني (ت۹۲۳ھ) "شرح بخاری" میں لکھتے ہیں:

(العقيقة):وهي لغة الشعر الذي على رأس الولد حين ولادته وشرعًا ما يذبح عند حلق شعره [1]

اور اُن کی مشہور "کتاب مختار الصحاح" میں ہے:

العقيقة هي الشاة المذبوحة على ولادة المولود من العقة بالكسر وهى الشعر الذي يولد عليه كل مولود من الناس والبهائم سميت الشاة بها لذبحه عند حاقه في اليوم السابع [2]

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں ہے:

الْمُغْرِبُ: الْعَقُّ الشَّقُّ وَمِنْهُ عَقِيقَةُ الْمَوْلُودِ وَهِيَ شَعْرُهُ، لِأَنَّهُ يُقْطَعُ عَنْهُ يَوْمَ أُسْبُوعِهِ وَبِهَا سُمِّيَتِ الشَّاةُ الَّتِي تُذْبَحُ عَنْهُ. [3]

اور "عقد اللآلي" میں ہے: العقيقة هي أن تُذبح شاة عند الحلق إذا أتى على الولد سبعة أيام

"شرح الاوراد" میں ہے:

---

[1]) (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: في العقيقة، ص310، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1416 هـ 1996 م)

شرح مقدمہ میں عبارت اس طرح ہے: وهي لغة : شعر رأس المولود، وشرعاً : ما يذبح عند حلق شعر رأسه

(المنهاج القويم شرح على المقدمة الحضرمية في الفقه الشافعي، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: في العقيقة، ص310، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، 1420هـ/2000م)

[2]) (شرح شرعة الإسلام وبهامشه عدة رسائل، ص450، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، 1993م)

[3]) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 2686/7، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

الْعَقِيقَة أَصْلهَا الشَّعْر الَّذِي يكون على رَأس الصَّبِي حِين يُولد، وَسميت الشَّاة الَّتِي تذبح عَنهُ فِي تِلْكَ الْحَال عقيقة لِأَنَّهُ يحلق عَنهُ ذَلِك الشَّعْر عِنْد الذّبْح [4] كَمَا يُسَمَّى (الشَّيْءُ) بِاسْمِ غَيْرِهِ إِذَا كَانَ مُجَاوِرًا. [5]

اِن تمام عربی عبارات کا ترجمہ خلاصہ کے طور پر فقیر نے لکھ دیا ہے اور لغت کی کتاب قاموس وصراح اور سَفْرُ السعادت کی شرح میں ہے کہ ابو عُبیدہ اور اَصمعی رحمہم اللہ علیہم وغیرہ علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ عقیقہ اصل میں اُن بالوں کا نام ہے جو پہلے پہل لڑکے کے سر پر جمتے ہیں اور پیدا ہونے کے وقت موجود ہوتے ہیں اور اُن بالوں کا نام عقیقہ اِس لئے رکھا کہ "عق" کے معنی پھاڑنا ہے اور چونکہ یہ بال گوشت اور چمڑا پھاڑ کر نکلتے ہیں اِسی لئے اِس نام سے موسوم ہوئے مجازاً (بطور استِعارہ) اِس جانور کا نام عقیقہ رکھ دیا گیا جو لڑکے کے لئے ذبح ہو اِس لئے کہ لڑکے کے سر کے بال اُس جانور کے ذبح کا سبب ہیں تو اِس سبب سے سبب کا جو نام تھا وہ سبب ٹھہرایا گیا، اب یہ مجازی معنی ایسا مشہور ہو گیا کہ عقیقہ کا لفظ بولتے ہی وہ جانور ہی سمجھا جاتا ہے۔ ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنی کا انکار کیا اور کہا کہ "عق" کے معنی قَطع (کاٹنا) کے ہیں، چُنانچہ ماں باپ سے جب اَولاد قطع تعلق کرتی ہے تو اُس کو عُقُوقُ الوَالِدَین (والدین کی نافرمانی) بولا جاتا ہے۔

"حقيقه العقيقه" میں 'مفاتيح الجنان" سے نقل کر کے لکھا ہے کہ

وفي الحديث العقيقة هي الشاة المذبوحة على ولادة المولود من العقة بالكسر وهي الشعر الذي يولد عليه كل مولود من الناس والبهائم، سميت الشاة بها لذبحها عند حلقها في اليوم السابع كذا في مختار الصحاح [6]

وفى عقد اللآلي: العقيقة هي أن تُذبح شاة عند الحلق إذا أتى على الولد سبعة أيام

وفى المرقاة نقلا عن المغرب: " الْعَقُّ الشَّقُّ وَمِنْهُ عَقِيقَةُ الْمَوْلُودِ وَهِيَ شَعْرُهُ، لِأَنَّهُ يُقْطَعُ عَنْهُ يَوْمَ أُسْبُوعِهِ وَبِهَا سُمِّيَتِ الشَّاةُ الَّتِي تُذْبَحُ عَنْهُ. "[7]

وفى شرح المقدمة: (العقيقة) وهي لغة : شعر رأس المولود، وشرعاً : ما يذبح عند حلق شعر رأسه

وفى شرح الأوراد: الْعَقِيقَة أَصْلهَا الشَّعْر الَّذِي يكون على رَأس الصَّبِي حِين يُولد، وَسميت الشَّاة الَّتِي تذبح عَنهُ فِي تِلْكَ الْحَال عقيقة لِأَنَّهُ يحلق عَنهُ ذَلِك الشَّعْر عِنْد الذّبْح كَمَا يُسَمَّى (الشَّيْءُ) بِاسْمِ غَيْرِهِ إِذَا كَانَ مُجَاوِرًا.

خلاصہ مطلب اِ س عبارت کا یہ ہے کہ "عق" کے معنی پھاڑنا اور عقیقہ اُن بالوں کو کہتے ہیں کہ لڑکا اُن کو لئے پیدا ہوتا ہے پھر اب جو بکری اُن بالوں کے مونڈنے کے بعد ذبح ہو اُس کا نام عقیقہ رکھ دیا گیا۔

---

[4] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب العقيقة، باب: قول الله تعالى: {فإذا طعمتم فانتشروا} (الأحزاب)، 82/21، (دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) بيروت)

[5] (الفصول في الأصول، باب الكلام في الناسخ والمنسوخ، نسخ بعض الحكم، 275/2، وزارة الأوقاف الكويتية، الطبعة: الثانية، 1414هـ 1994م)

[6] (مفاتيح الجنان شرح شرح الإسلام، فصل في سنن النكاح وفضائله وحقوقه، ص563، كتاب ناشرون، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 2011م)

[7] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 2686/7، الحديث4149، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

باب اول:[اَحادیثِ مبارکہ]

"صحیح بخاری" میں سلمان خُبسی رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے روایت ہے کہ

مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ ، فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى[8]

یعنی لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے سو گراؤ اُس کی طرف سے خون اور دور کرو اُس سے ایذا (تکلیف) کی چیز۔

فائدہ: وفی المرقاۃ :(وَأَمِيطُوا) أَيْ أَزِيلُوا وَأَبْعِدُوا (عَنْهُ الْأَذَى) : أَيْ بِحَلْقِ شَعْرِهِ، وَقِيلَ: بِتَطْهِيرِهِ عَنِ الْأَوْسَاخِ الَّتِي تَلَطَّخَ بِهَا عِنْدَ الْوِلَادَةِ وَقِيلَ: بِالْخِتَانِ وَهُوَ حَاصِلُ كَلَامِ الشَّيْخِ التُّورِبِشْتِيِّ.[9]

یعنی" مرقاۃ" مشکوٰۃ کی شرح میں ہے کہ مراد ایذا (تکلیف) کی چیز دور کرنے سے لڑکے کے سر کے بال مُنڈوانا ہی ہے اور بعض علماء کے نزدیک بچہ کے تولُّد (پیدائش) کے وقت کی آلائش (گندگی) پونچھنا اور پاک کرنا اور بعض کے نزدیک ختنہ کرنا مراد ہے یہی شیخ تورپشتی کا مذہب ہے۔

حدیث: ابوداؤد نے اُمّ کُرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ لاَ يَضُرُّكُمْ أَذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا.[10]

یعنی لڑکا پیدا ہونے میں دو بکریاں چاہئیں اور لڑکی میں ایک اور اُس میں تمہارا نقصان نہیں کہ نر ہوں یا مادہ۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوّت کے بعد اپنا عقیقہ کیا[11] لیکن حدیث کی شرح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ اِس حدیث کی اِسناد میں ضُعف ہے۔

حدیث: "جامع الاصول" میں "ابوداؤد" اور "ترمذی" اور "نسائی" نے سَمُرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الغلامُ مُرتَهَن بعَقيقتِه، تُذبَحُ عنه يوم السابع، ويُسمى، ويُحلَق رأسُه [12]

یعنی ہر ایک لڑکا اپنے عقیقہ پر گروی ہے کہ ساتویں دن بکری وغیرہ ذبح ہو اور اُس کا نام رکھا جائے اور اُس کے سر کے بال مُونڈے (کاٹے) جائیں۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ "مرتہن" کا لفظ جو حدیث میں ہے اُس کے معنی "مَرہون" کے ہیں اِس لئے کہ "مرتہن" اُسے کہتے ہیں جو اپنے پاس چیز گروی رکھے، جو چیز گروی رکھی جائے اُسے "مرہون" اور "رہین" اور "رہینہ" کہتے ہیں۔

سوال: لڑکا عاقل بالغ مکلّف نہیں کہ اُس پر احکامِ شرع جاری ہوں اور عقیقہ کرنے میں ثواب اور ترک (چھوڑنے) میں مُواخذہ (گرفت) ہو پھر حدیث کا کیا مقصد ہے کہ فرمایا ہر ایک کا لڑکا اپنے عقیقہ پر گروی ہے؟

---

[8] (صَحِيحُ البُخَارِي، كِتَابُ العقيقة، باب إِمَاطَةِ الأَذَى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ، 5/ 2083، الحديث5154، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[9] (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، الفصل الأول، 7/ 2686، الحديث4149، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

[10] (سنن أبي داود، كِتَابُ الضحايا، بَابٌ فِي الْعَقِيقَةِ، 4/ 329، الحديث 7960، المكتب الإسلامي، سنة النشر: 1403هـ/ 1983م)

[11] (مصنف عبد الرزاق، كتاب العقيقة، باب العقيقة، 7/ 497، دار الكتب العلمية، 1391 هـ، 1971 م)

[12] (جامع الأصول، الباب الخامس: في أطعمة مضافة إلى أسبابها، الفصل الثالث: في العقيقة، 7/ 497، دار الكتب العلمية، 1391 هـ، 1971 م)

جواب:""امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ "نے اِس حدیث کے معنی یوں بیان کئے کہ عقیقہ کی تاکید (ضرورت واہمیت) اور رَغبت نہ کرنے پر وعید مراد ہے یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر لڑکے کا عقیقہ نہ کریں اور لڑکا بچپن میں مر جائے تو قیامت کے دن اپنے ماں باپ کی شفاعت (سفارش) نہ کرے گا، تو جیسے گروی کی چیز ہوتی ہے اور اُس سے فائدہ لینا منع ہوتا ہے ویسے ہی لڑکے کی شفاعت بند اور ممنوع ہوئی ماں باپ کے حق میں شفاعت نہ کر سکے گا اور "رہن" کے معنی لغت میں حَبس (قید) اور منع کے ہیں۔

فائدہ: طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ تعجب (حیرت) نہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سنے ہوں اور خود بھی بڑے مجتہدوں میں سے ہیں تو لازم ہے کہ اُن کا قول مانیں اور اُن کے حق میں نیک گمان (اچھا خیال) کریں، اور شیخ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس معنی میں خلل (نقص) نکالا ہے کہ حدیث کا ہر گز یہ معنی نہیں جو سوال میں بیان کیا گیا ہے بلکہ اُس میں فرق ظاہر ہے کہ اَہلِ فہم (سمجھ دار لوگ) تو درکنار ادنیٰ آدمی (عام شخص) بھی جان سکتا ہے، اور یہ کہنا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم سے سنے ہوں گے، یہ تو ایک غیب کا دعویٰ (پوشیدہ چیز کا دعویٰ) ہے جس کی کوئی سند (ثبوت) نہیں، اور اُن کا قول مان لینا اُن کے مقلدوں (اتباع کرنے والوں) کو چاہیے، کہ وہ مجتہد جو خود محقق ہو، وہ کیوں کر مانے، یا دوسرے مجتہدین کے مقلدین کیسے تسلیم کریں، چنانچہ فرمایا:

فی شرح المقدمة: ومعناه ما ذهب إليه أحمد كجماعة أنه لم يعق عنه لم يشفع في والديه يوم القيامة[13]

وفی مرقاة المفاتيح نقلا عن شرح السنة :قَدْ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِيهِ، وَأَجْوَدُهَا مَا قَالَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ مَعْنَاهُ أَنَّهُ إِذَا مَاتَ طِفْلًا وَلَمْ يُعَقَّ عَنْهُ لَمْ يَشْفَعْ فِي وَالِدَيْهِ. وَرُوِيَ عَنْ قَتَادَةَ: أَنَّهُ يَحْرُمُ شَفَاعَتُهُمْ.[14]

قَالَ الطِّيبِيُّ: وَلَا رَيْبَ أَنَّ الْإِمَامَ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ مَا ذَهَبَ إِلَى هَذَا الْقَوْلِ إِلَّا بَعْدَ مَا تَلَقَّى مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَلَى أَنَّهُ إِمَامُ الْأَئِمَّةِ الْكِبَارِ يَجِبُ أَنْ يُتَلَقَّى كَلَامُهُ بِالْقَبُولِ وَيُحْسَنَ الظَّنُّ بِهِ. وَفِيهِ أَنَّ عَدَمَ الرَّيْبِ فِي تَلَقِّيهِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ، وَأَنَّ وُجُوبَ قَبُولِ كَلَامِهِ إِنَّمَا يَكُونُ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مُقَلِّدِهِ لَا بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعُلَمَاءِ الْمُجْتَهِدِينَ الَّذِينَ خَرَجُوا عَنْ رِبْقَةِ التَّقْلِيدِ، وَدَخَلُوا فِي مَقَامِ تَحْقِيقِ الْأَدِلَّةِ وَالتَّسْدِيدِ وَالتَّأْيِيدِ[15]

فائدہ: اِس عبارت کا مطلب وہی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔

جواب۲: اِس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک لڑکے کا عقیقہ نہ ہو جائے تب تک اُس کا نیکیاں حاصل کرنا اور آفتوں سے بچنا اور اچھی صفات اُس میں ہونا بند اور موقوف رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ جن بچوں بچیوں کا عقیقہ کیا جاتا ہے اُن کی عادات وخِصال اچھی ہوتی ہے ورنہ.....

جواب۳: لڑکے کا ایسا حال ہے جیسے کوئی چیز گروی ہوتی ہے کہ جب تک اُس کے عِوض (بدلے) کا مال نہ دیا جائے تب تک اُس سے نفع لینا جائز نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لڑکی کا جب تک عقیقہ نہ کر لو تب تک اُس سے پورا فائدہ نہیں اِس لئے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نعمت عنایت ہوتی ہے تو اُس کا شکر واجب ہے۔

---

[13] (المنهاج القويم شرح على المقدمة الحضرمية في الفقه الشافعي، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: في العقيقة، ص310، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، 1420ھ/2000م)

[14] (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 7/2688، الحديث4153، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ 2002م)

[15] (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 7/2688، الحديث4153، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ 2002م)

فائدہ: شیخ تورپشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی اختیار کیا اور یہی "شرح سفر السعادت" میں شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

وَيُحْتَمَلُ أَنَّهُ أَرَادَ بِذَلِكَ أَنَّ سَلَامَةَ الْمَوْلُودِ وَنُشُوَّهُ عَلَى النِّعْتِ الْمَحْبُوبِ رَهِينَةٌ بِالْعَقِيقَةِ.

وَقَالَ الشَّيْخُ التُّورِبِشْتِيُّ ومعى الحديث: وَالْمَعْنَى أَنَّهُ كَالشَّيْءِ الْمَرْهُونِ لَا يَتِمُّ الِانْتِفَاعُ وَالِاسْتِمْتَاعُ بِهِ دُونَ فَكِّهِ، وَالنِّعْمَةُ إِنَّمَا تَتِمُّ عَلَى الْمُنْعَمِ عَلَيْهِ بِقِيَامِهِ بِالشُّكْرِ وَوَظِيفَةُ الشُّكْرِ فِي هَذِهِ النِّعْمَةِ مَا سَنَّهُ نَبِيُّهُ النَّبِيهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَهُوَ أَنْ يُعَقَّ عَنِ الْمَوْلُودِ شُكْرًا للهِ تَعَالَى، وَطَلَبًا لِسَلَامَةِ الْمَوْلُودِ، وَيُحْتَمَلُ أَنَّهُ أَرَادَ بِذَلِكَ أَنَّ سَلَامَةَ الْمَوْلُودِ[16](مرقات شرح مشکوٰۃ)

فائدہ: اِس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے اُس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اسی نعمت کا شکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیقہ ثابت ہوا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اولاد کی سلامتی کی طلب ہے۔

عقیقہ میں اختلافی پہلو اور اس کی توضیح: علماءِ کرام کا اختلاف ہے کہ لڑکی لڑکا دونوں کے لئے ایک ایک بکری چاہیے یا یہ کہ لڑکا ہو تو دو بکریاں اور لڑکی ہو تو ایک بکری ذبح کریں اور اسی پر اہلِ علم عمل کرتے رہے یہی مذہب بہت قوی اور مضبوط ہے اِس لئے کہ وہ حدیث جو اوپر گزری کہ "عن الغلام شاتان"۔یعنی لڑکا ہو تو دو بکریاں ذبح ہوں, بہت قوی اور صحیح ہے بہت بڑے جلیل القدر صحابہ کرام اس کے راوی ہیں چنانچہ "ترمذی" سے نقل ہے کہ اِس حدیث کو حضرت علی اور حضرت عائشہ اور اُم کرز وبُریدہ وسَمُرہ وابو ہریرہ وعبد اللہ بن عمر وانس وسلمان بن عامر اور اِبنِ عباس ایسے ایسے اکابر اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کیا۔ حسن صحیح ہے اور بعض علماءِ کرام کہتے ہیں لڑکی لڑکا دونوں برابر ہیں ہر ہر سے ایک ایک بکری ذبح کریں چنانچہ یہ مضمون "حقیقة العقیقه" میں موجود ہے فرماتے ہیں:

اما عدد الشاة ففی الحديث :"حق على الغلام شاتان وعن الجارية شاة ذكرا كانت تلك الشاة أو أنثى، وبه قال جمع ومنهم الشافعي وسوى قوم بين الغلام والجارية عن كل شاة، وهو قول مالك (رحمه الله)"[17]

بہر حال عقیقہ کے جانور کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی سے ایک بکری، یہی ایک بہت بڑی جماعت کا قول ہے اُن میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ چند اور لوگوں نے لڑکا لڑکی کے بارے میں کوئی فرق نہیں کیا وہ یہ کہ ہر دونوں کے لئے ایک ایک بکری کافی ہے یہی امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔ بعض علماءِ کرام لڑکا اور لڑکی کے لئے ایک بکری کافی سمجھتے اُن کا استدلال دو حدیثوں سے ہے۔

---

[16]) (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 2688/7، الحديث4153، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

[17]) (مفاتيح الجنان شرح شرح الإسلام، فصل في سنن النكاح وفضائله وحقوقه، ص563، كتاب ناشرون، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 2011م)

حدیث ۱:وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيّ بن أبي طَالب قَالَ: عَقَّ رَسُولُ اللهِّ صَلَّى اللهُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ: «يَا فَاطِمَةُ احْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً» فَوَزَنَّاهُ فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا أَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ لِأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ[18]

یعنی امام محمد باقر امام زین العابدین کے بیٹے، امام حسین کے پوتے نے علی ابن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایت کی کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ایک بکری سے کیا، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ اِس کا سر مونڈو (حلق کراؤ) اور بالوں بھر چاندنی (چاندی کا وزن اتنا جتنا بالوں کا وزن ہو) خیرات (صدقہ) کرو۔ ہم نے وہ بال تولے (وزن کیے)، ایک درہم کے برابر نکلے، اور یہاں راوی کو شک ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم بھر فرمایا، کچھ کم یا اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تخمیناً (اندازاً) فرمایا ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

فائدہ: اِس حدیث کے ناقل "ترمذی" ہیں اور "ترمذی" نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس کی اسناد متّصل نہیں۔ اِس لئے کہ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ لڑکے کا ایک بکری ہے۔

فی المرقاۃ نقلا عن شرح السنۃ: اخْتَلَفُوا فِي التَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْغُلَامِ وَالْجَارِيَةِ وَذَهَبَ قَوْمٌ إِلَى التَّسْوِيَةِ بَيْنَهُمَا عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ بِشَاةٍ وَاحِدَةٍ لِهَذَا الْحَدِيثِ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ - رَضِيَ اللهُّ عَنْهُمَا: كَانَ يَعُقُّ عَنْ وَلَدِهِ بِشَاةٍ الذُّكُورَ وَالْإِنَاثَ، وَمِثْلُهُ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ.[19]

حدیث ۲:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِّ صَلَّى اللهُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ: كبشين كبشين[20] (مشکوٰۃ)

یعنی اِبنِ عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ایک ایک دنبے سے کیا اور "نسائی" کی روایت میں دو دو دُنبے ہیں۔

جواب: جن علماء نے فرمایا کہ لڑکے سے دو اور لڑکی سے ایک بکری ہو اُنہوں نے اِن حدیثوں کا جواب دیا ہے کہ اِس کی کئی وُجوہ (اسباب) ہیں۔

(۱) حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ کا حکم اُمّ کرز کی حدیث سے منسوخ ہو گیا اِس لئے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سال جنگِ اُحد میں واقع ہوئی اُس کے بعد دوسرے سال امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور اُمّ کرز رضی اللہ عنہا کی حدیث چھ برس بعد ہے یعنی جس سال جنگِ حدیبیہ درپیش ہوئی اور یہ ظاہر ہے کہ پچھلی حدیث پہلی کی ناسخ ہوتی ہے تو یہ سند ٹھیک نہ ہوئی۔

---

[18] (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، الفصل الثاني، 1208/2، الحديث4154، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[19] (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 2689/7، الحديث4154، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

[20] (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، الفصل الثاني، 1208/2، الحديث4155، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

(۲)پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل زیادہ قوی اور دلیلِ محکم (مضبوط دلیل) ہے کیونکہ فعل کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص ہوتا ہے اور کسی امّتی کے لئے درست نہیں ہوتا بخلاف قول کے کہ اُس میں کسی شخص کی خصوصیّت کا احتمال نہیں ہاں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کسی کو خاص کر دیں تو وہ علیحدہ (الگ) بات ہے۔

(۳)حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل (عمل) سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کام جائز ہے، بُرا (ناپسندیدہ) نہیں، اور قول (فرمان) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام مستحب (پسندیدہ مگر غیر فرض) ہے۔اِس لئے کہ شارِع جس کام کا حکم کرے اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ مستحب ہو۔اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر بڑائی دی ہے (مرد کو فضیلت دی)، چنانچہ میراث (ترکہ کی تقسیم) میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا کیا، اور ایک مرد کی گواہی (شہادت) دو عورتوں کے برابر ٹھہرائی (قرار دی)، اور نماز میں عورت کی امامت درست نہیں۔عورت کو ملک کی حکومت (ریاستی سربراہی) اور امامت کا حکم نہیں دیا، تو کیا ضرور ہوا ہو کہ عقیقہ میں مرد و عورت میں فرق اور امتیاز (تفاوت) ہو؟اور یہ فرق دو ہی طور سے ہو سکتا ہے: ایک یہ کہ لڑکے کے تولُّد (پیدائش) میں دو بکریاں ذبح ہوں، اور لڑکی کے تولُّد (پیدائش) میں ایک ذبح ہو۔ پہلا طریقہ تو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ لڑکی کے عقیقہ میں بھی حدیثیں موجود ہیں، تو باقی رہا دوسرا طریقہ، تو اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جن حدیثوں میں لڑکے کے لئے دو بکریاں اور لڑکی کے لیے ایک بکری ثابت ہوتی ہے، وہ راجح اور قوی (معتبر) ہیں۔

"شرح سفر السعادۃ" کی شرح از شیخ عبد الحق قدس سرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے جو ایک بکری ذبح کی اور اس سے فقط اتنا معلوم ہوا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ دونوں بکریاں پیدا ہونے کے ساتویں ہی دن ذبح کریں تو پس اِس میں احتمال (امکان) ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے دن ذبح کی ہو اور دوسری ساتویں دن۔[21] (مرقاۃ)

فائدہ: محققین نے اِس مقام پر یہ اختیار کیا ہے کہ بہتر اور افضل تو یہ ہے کہ لڑکے کے لئے دو بکریاں ہوں اگر ایک ہی ہو تو بھی جائز ہے اور لڑکی کے لئے ایک بکری ذبح کریں۔دورِ حاضرہ میں دینی اُمور میں خصوصیّت سے لاپرواہی کی جارہی ہے اِسی لئے اہلِ اسلام جس طرح دو یا ایک بکری ہو سکے عقیقہ کا طریقہ جاری رکھیں اور اب یہ عقیقہ کی رسم مٹتی نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دینی اُمور کا جذبہ نصیب فرمائے۔(آمین)

کیا خبر پسر بہتر ہے یا دُختر؟: بچے کی پیدائش سے زیادہ فَرحت (خوشی) اور بچی سے غمگین نہ ہونا چاہیے، اِس لئے ثواب زیادہ تو بچیوں کی پیدائش میں ہے۔تجربہ شاہد ہے کہ بعض اوقات بچیاں بچوں سے بہتر ثابت ہوتی ہیں۔بہت سے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بچوں کی لاابالیوں (بے پرواحرکتوں) سے تنگ ہوتے ہیں۔"شرح شرعۃ الاسلام" میں ہے کہ

فالسنَّة لمن بشر بالمولود أن يستبشر به ويراه نعمة أنعم الله بها عليه. وفي الحديث ريح الولد من ريح الجنة. وقال : الولد في الدنيا نور وفي الآخرة سرور». ولا ينفي الولد الذي يُولد على فراشه، فإن الله يفضحه يوم القيامة .[22]

"شرعۃ الاسلام" میں ہے کہ جس شخص کو لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری دی جائے تو سنّت ہے کہ خوش ہو اور اُس کو اپنے حق میں اللہ کی نعمت جانے اِس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرزَند کی خوشبو بَہِشت (جنّت) کی خوشبو میں سے ہے اور حضرت نے فرمایا کہ اولاد دنیا میں نور ہے اور آخرت میں سرور ہے۔اور لڑکیوں کے پیدا ہونے میں زیادہ خوش ہونا چاہیے کہ اُس میں کفار کی مخالفت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ

---

[21] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ،كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 7/2689، الحديث4154، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422ھ 2002م)

[22] (مفاتيح الجنان شرح شرح الإسلام ،فصل في سنن النكاح وفضائله وحقوقه، ص568، كتاب ناشرون، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 2011م)

"من برکة المرأة تبکیرھا بالبنات"[23] یعنی عورت کی برکت ہے کہ پہلے اُس کے لڑکی پیدا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ۙ(پارہ ۲۵، سورہ الشوری، آیت ۴۹)

ترجمہ: جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔

عقیقہ سنّت ھے یا مُستحب؟: اِس مسئلہ میں یہ بھی اختلاف ہے کہ عقیقہ مستحب ہے یا واجب ہے سو جاننا چاہیے کہ امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ علیہم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے "شرح مقدمہ" میں ہے: (والعقیقة سنة) مؤکدة للخبر السابق وغیرہ[24]

عقیقہ سنتِ موکّدہ ہے گذشتہ اگلی حدیث کی دلیل سے، اِس کے علاوہ اور حدیثیں بھی موجود ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سنت نہیں مباح ہے۔

فی الرسالة المترجمة بحقیقة العقیقة ناقلا عن مجموع الروایات العقیقة سنة عند الشافعی وواجبة عند بعض الناس وعندنا لیست بواجبة ولا سنة لقوله علیه الصلوٰة والسلام نسخت الأ ضحیة کل دم قبلها

اِس رسالے میں جس کا نام "حقیقة العقیقه" ہے مجموع الروایات سے نقل کر کے لکھا ہے کہ عقیقہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت اور بعض عالموں کے نزدیک واجب ہے اور ہمارے عالموں کے نزدیک واجب ہے نہ سنت ہے۔

اِس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی نے اپنے سے پہلے کے تمام خون منسوخ کر دیئے بعض نے یہ زَعم (گُمان) کیا ہے کہ عقیقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بِدعت ہے لیکن محققینِ حنفیہ اِس طرف گئے ہیں کہ بدعت کی نسبت امام صاحب کی طرف صَریح اِفتراء (واضح بہتان) ہے بلکہ حنفیوں کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "موطا" میں ہے کہ عقیقہ جاہلیت کی رسم تھی پہلے اسلام میں جاری رہی پھر اس کے بعد قربانی نے سب کو ذبح منسوخ کر دیا جیسا کہ رمضان کے روزوں نے تمام روزے منسوخ کر دیئے اور جیسے جنابت کے غسل نے سارے غسل منسوخ کر دیئے اور زکوٰۃ نے پیشتر کے صدقات منسوخ کر دیئے۔

فائدہ: حق یہ ہے کہ پیدا ہونے سے ساتویں دن لڑکے کا عقیقہ کریں لیکن اُس لڑکے کے مال سے نہ کریں (یعنی ذبح کا خرچ بچے کے مال سے نہ ہو)، پھر اگر اُس کے مال سے کیا تو تاوان (جرمانہ) دینا لازم ہو گا، اگر باپ کو عقیقہ کا مقدور (استطاعت / مالی طاقت) نہ ہو اور ماں سے ہو سکتا ہو تو ماں کر دے، چنانچہ شرح المقدمہ" میں ہے:

والمخاطب بها من علیه نفقة الولد، فلیس للولي فعلها من مال ولده لأنها تبرع فإن فعل ضمن ولا تخاطب بها الأم إلا عند إعسار الأب[25]

---

[23] (روح البیان، سورۃ النحل: الآیات 58إلی 60، 44/5، دار الفکر - بیروت)

[24] (المنهاج القویم شرح علی المقدمة الحضرمیة في الفقه الشافعي، کتاب الحج، باب الأضحیة، فصل: في العقیقة، ص 310، دار الکتب العلمیة، بیروت–لبنان، 1420ھ/2000م)

[25] (المنهاج القویم شرح علی المقدمة الحضرمیة في الفقه الشافعي، کتاب الحج، فصل في العقیقة، ص310، دار الکتب العلمیة، بیروت–لبنان، 2008م)

یعنی عقیقہ کا حکم اُس پر ہے جس پر لڑکے کا نفقہ (خرچ اٹھانے کی ذمہ داری) واجب ہے، لڑکے کے ولی کو اُس کے مال سے عقیقہ کرنا درست نہیں، اِس لئے عقیقہ نفل ہے، اپنی طرف سے احسان کرے، اگر اُس کے مال سے کیا تو ضمان (تاوان / جرمانہ) دینا ہو گا، اور ماں کو عقیقہ کا حکم نہیں، جب باپ تنگدست ہو تو ماں عقیقہ کرے، یہ اس وقت ہے جب ماں کے ہاں اپنی علیحدہ جائیداد از وراثت یا جہیز یا مہر سے حاصل ہو۔

باب دوم: [مسائل واحکامِ عقیقہ]

مسئلہ: بچے کی پیدائش پر ساتویں دن ایک یا دو بکریاں ذبح کرنا، اگر ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ چودھویں دن کرے، اور اگر اُس دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن کرے، اور اگر اُس دن بھی اتفاق نہ ہو تو اٹھائیسویں دن کر دے، اگر اُس دن بھی رہ جائے تو پینتسویں دن کرے، اگر اُس دن بھی موقوف رہے (رک جائے / نہ ہو سکے) تو جب بیالیس دن گزریں تب عقیقہ کرے۔ اِسی طرح سات سات بڑھاتا جائے، پھر اگر عرصہ مہینوں کا گزر جائے تو بھی سات کا حساب لگاتا جائے، مثلاً سات مہینے بعد یا چودہ مہینے بعد، اکیسویں مہینے بعد، پھر اِسی طرح سالوں (برسوں) کا شمار کرے، سات برس یا چودہ برس یا اکیسویں برس۔

فائدہ: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ فرزندِ نر کے تولُّد (پیدائش) میں ایک بکری تو اُس کی پیدائش کے (وقت) ذبح کریں، دوسری ساتویں دن۔

مسئلہ: عقیقہ کے جانور میں شرط ہے موٹا اور تندرست اور ہاتھ پاؤں سے سلامت ہو جیسے قربانی کا جانور چنانچہ "شرح المقدمہ" میں ہے:

وهي (كالأضحية) في سنها وجنسها وسلامتها مما يمنع الإجزاء وفي فضلها والأكل منها والتصدق والإهداء والادخار وقدر المأكول، وفي امتناع نحو البيع والتعين بالتعيين واعتبار النية ووقتها في غير ذلك[26]

قربانی کے جانور کی طرف عقیقہ میں جانور کا بھی لحاظ کریں۔ اُس کی عمر میں یعنی جیسا سال وہ سال دو سال کا چاہیے ویسے یہ، اور جنس میں یعنی جیسے قربانی کرنا مینڈھے اور دُنبے اور اونٹ اور گائے کے حصے سے درست ہے ویسے ہی عقیقہ درست ہے۔ جیسا اُس کا بدن بے عیب چاہیے قربانی کو کفایت (پورا) کرے، ویسا ہی یہ کریں۔ جیسا اُس میں اچھا جانور چاہیے، ویسے ہی اِس میں، اور جو اُس کو کھائے، سو اِس کو کھائے، اور جیسے اُس کو خیرات کریں، ویسے اِس کو خیرات کریں، اور جیسے وہ دوستوں کو تحفہ بھیجا جائے ویسے ہی یہ، اور جیسا وہ باسی رکھا جائے ویسے ہی یہ، اور جیسا اُس کا بیچنا منع ہے، ویسا ہی اِس کا، اور جیسا وہ معین (خاص) کرنے سے معین ہو جاتا ہے ویسے ہی یہ، جیسے اُس میں نیت کا اعتبار ہے، ویسے ہی اِس میں، اور اُس کے سوا اور چیزوں میں قربانی اور عقیقہ کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں اِس طرح علیحدہ کریں کہ ٹوٹ نہ جائیں اِس لئے کہ ہڈی نہ ٹوٹنے میں لڑکے کی سلامتی کی تفاؤل (نیک شگون) ہے۔ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

"شرح شرعۃ الاسلام" میں ہے: ولا يكسر للعقيقة عظم من عظامه بل يقطع من المفاصل[27]

---

[26] (المنهاج القويم شرح على المقدمة الحضرمية في الفقه الشافعي، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: في العقيقة، ص310، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، 1420ھ/2000م)

[27] (مفاتيح الجنان شرح شرح الإسلام، فصل في سنن النكاح وفضائله وحقوقه، ص563، كتاب ناشرون، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 2011م)

عقیقہ کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ جوڑوں سے چُھڑالیا جائے اور "شرح مشکوٰۃ "میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے ہڈی نہ توڑی جائے۔

فائدہ: بعض علماء ہڈی توڑنے کو مستحب کہتے ہیں کہ اِس میں لڑکے کی تواضُع اور انکساری کی فال ہے۔

مسئلہ: بہتر تو یہ ہے کہ عقیقے کو لڑکے کا باپ یا دادا یا چچا ذبح کرے یا اُن کا نائب یعنی جس کو یہ کہیں وہ ذبح کرے ورنہ جو چاہے ذبح کرے۔

مسئلہ: بعد ذبح کے مولود کے سر کے بال منڈوا کے بالوں بھر چاندی یا سونا تول کر کے محتاجوں کو دے بال زمین میں چھپادیں۔[28](طیبی مشکوٰۃ کی شرح)

مسئلہ: لڑکے کے سر پر کوئی خوشبو کی چیز جیسے زعفران اور صَندل مَلیں۔

فائدہ: جاہلیت کی رسم تھی کہ جب جانور ذبح کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو اُس جانور کے تھوڑے سے بال لے کر اُس کی گردن کی رگوں کے مقابل رکھتے تھے اور جو خون اُن رگوں سے نکلتا تھا اُس میں اُن بالوں کو تَر کر کے سر پر ملتے تھے کہ خون کی لکیریں اُس کے سر پر بن جائیں بعد اُس کے سر کو دھو کر مُنڈواتے تھے۔ اس کو تدمیہ[29] کہتے ہیں، یہ بُری رسم ہے اس سے پرہیز کریں۔ "شرح المقدمہ "میں ہے کہ

"ويكره تلطيخ رأسه" أي المولود "بالدم" لأنه فعل الجاهلية[30]

یعنی بچے کے سر پر خون لگانا مکروہ ہے اِس لئے کہ جاہلیت کی رسم ہے۔ اور مشکوٰۃ میں بُریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ

كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غلامٌ ذَبَحَ شاةً ولطّخَ رأسه بدمه فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كُنَّا نَذْبَحُ الشَّاةَ يَوْمَ السَّابِعِ وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ.[31] (رواہ ابوداؤد وزادرزین ونسمیہ)

یعنی جاہلیت کے زمانہ میں ہمارا یہ حال تھا کہ جب ہم میں کسی کا لڑکا پیدا ہوتا تھا تو ایک بکری ذبح کرتے تھے اور اُس کا خون اُس لڑکے کے سر پر لگاتے تھے، پھر جب اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے تھے اور اُس کا سر مُنڈواتے تھے اور سر پر زعفران (خوشبودار پیلا رنگ) لگا دیتے تھے۔ اِس حدیث کے راوی ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور رزین نے اتنے لفظ اور بڑھائے ہیں کہ ہم اُس کا نام رکھ دیتے تھے۔

فائدہ: اخطابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اُس لڑکے کا سر خون سے بھر کر نجس کرنا کیونکر درست ہو حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مولود (نومولود بچے) سے ایذا (تکلیف) کی چیز اور نجاست دور کرو۔

مسئلہ: عقیقے کا گوشت بانٹنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ سر اُس جانور کا مونڈنے والے کو دیں اور ایک ران دایہ کو دیں بعد اُس کے باقی گوشت کے تین حصے کریں ایک حصہ فقیروں محتاجوں کو، دو حصے اَقرِباء اور ہمسائیگان کو تقسیم کریں۔

بُری رسم کا ازالہ: عقیقے کا چمڑا اور سر اور پائے گاڑنا جو مشہور ہے اس کا حکم کسی کتاب میں نہیں تو ظاہر ہے کہ ناجائز ہے، اِس لئے کہ اُس میں تلفِ مال (مال کو ضائع کرنا) ہے اور مال کا تلف کرنا شرع میں درست نہیں۔

---

[28] (شرح المشكاة للطيبي الكاشف عن حقائق السنن، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، 2835/9، الحديث5154، مكتبة نزار مصطفى الباز (مكة المكرمة الرياض)، الطبعة: الأولى، 1417 هـ 1997 م)

[29] (تدمیہ عرب جاہلیت کی ایک رسم تھی، جس کا مقصد شاید خون کی جھوٹی برکت یا فخر کا اظہار تھا۔ اسلام میں ایسی خرافات، نجاست، اور فطرت کے خلاف رسوم کی ممانعت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان جاہلی رسوم کو ختم فرمایا اور شریعت نے صفائی، طہارت، اور نیت کی پاکیزگی کو اصل قرار دیا۔)(نوری)

[30] (المنهاج القويم شرح على المقدمة الحضرمية في الفقه الشافعي، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: "في محرمات تتعلق بالشعر ونحوه"، ص 311، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، 1420هـ/2000م)

[31] (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، الفصل الثالث، 1209/2، الحديث4158، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

مسئلہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی کتابوں میں مذکور ہے کہ عقیقہ کا گوشت پکا کر تقسیم کرنا بہتر ہے، اگر شیریں(میٹھا) پکوادیں تو اور بہتر ہے، کہ اُس میں لڑکے کی شیرینی اخلاق کی فال(نیک شگون، اچھی علامت) ہے۔ چنانچہ یہ شرح مقدمہ میں ہے:

و" أن يطبخ "بحلو"تفاؤلا بحلاوة أخلاق المولود [32] یعنی میٹھا طعام(کھانا) پکانا بچے کے حُسنِ اَخلاق پر فال ہے۔

فائدہ: مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت عقیقہ والے کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ نہ کھائیں مسلمانوں اور صالحوں کی رسم ہے۔

مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حسنٌ[33]

بلکہ خاتم المحدثین نے حدیث "كل غلام مرهون بعقيقة" سے نکالا ہے کہ اِس حدیث میں رَہن کا لفظ کہ گروی کے معنی میں ہے۔ فدیہ دینے پر دلالت کرتا ہے اِسی سبب سے ماں باپ وغیرہ کو کہ اُس کی طرف سے فدیہ دینے کا ارادہ رکھتے ہیں، کھانا مکروہ ہے۔ چنانچہ اِسی سبب سے مسلمانوں کی عادت جاری ہے کہ ماں باپ اُس گوشت کو نہیں کھاتے اور فُقہاء کی فہم کے مُوافق اِس حدیث میں اِس معنی کی طرف لَطیف(باریک، نہایت دقیق) اشارہ ہے۔

(تحفة المشتاق فی بیان النکاح والصداق)

تردید: مذکورہ دلائل بجا لیکن اَحادیثِ مبارکہ کے عُموم اور مُطلق کو خاص مقیّد کرنا اپنے قیاس(رائے یا اندازے) سے نامناسب ہے، اِسی لئے صاحبِ بہار شریعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "عوام میں مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی نہ کھائیں یہ غلط ہے اِس کا ثبوت نہیں۔"[34](بہارِ شریعت، جلد ٦، صفحہ ١٥٥)

مسئلہ: یہ مشہور ہے کہ لڑکے کے لئے نر بکرا اور لڑکی کے لئے مادہ، یہ بھی غلط ہے لڑکے کے لئے بکریاں اور لڑکی کے لئے بکرا اور اُس کے برعکس ہر طرح جائز ہے۔[35]

مسئلہ: عقیقہ قربانی کے جانور کے حِصص(قربانی کے مشترکہ حصے) میں حصہ ملانا جائز ہے، دو حصے یا ایک، لڑکا ہو یا لڑکی۔[36]

مسئلہ: "بعض کا یہ قول ہے کہ سری پائے حجام کو اور ایک ران دائی کو دیں۔"[37]

مسئلہ: ہندو پاک میں رسم ہے کہ بچہ پیدا ہونے پر عموماً چھٹی(چھٹے دن کی تقریب) کی جاتی ہے، بعض لوگ اِس موقعہ پر ناجائز رسمیں برتتے ہیں، مثلاً عورتوں کا گانا بجانا وغیرہ، ایسی باتوں سے بچنا چاہیے بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ عمل کریں جو حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو۔ عقیقہ کے بجائے غلط رسوم پر بہت خرچ کرتے ہیں، چاہیے کہ عقیقہ کریں، اِس سے سنت بھی ادا ہو جائے اور مہمانوں کے کھلانے کے لئے گوشت بھی ہو جائے۔(بہارِ شریعت)

مسئلہ: عقیقہ میں اونٹ اور گائے بھی ذبح کرنا درست ہے اور اِن دونوں کا ساتواں حصہ بمنزلہ ایک بکری کے ہے۔

---

[32] (المنهاج القويم شرح على المقدمة الحضرمية في الفقه الشافعي، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: "في محرمات تتعلق بالشعر ونحوه"، ص310إلى 311، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، 1420ھ/2000م)

[33] (التعليق المجدد على موطأ محمد، أبواب الصلاة، باب قيام شهر رمضان وما فيه من الفضل، 633/1، دار القلم، دمشق، الطبعة: الرابعة، 1426 ھ 2005 م)

[34] (بہارِ شریعت، عقیقہ کا بیان، مسائل، مسئلہ 13، 15/357، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[35] (بہارِ شریعت، عقیقہ کا بیان، مسائل، مسئلہ 7، 15/357، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[36] (بہارِ شریعت، عقیقہ کا بیان، مسائل، مسئلہ 8، 15/357، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[37] (بہارِ شریعت، عقیقہ کا بیان، مسائل، مسئلہ 12، 15/357، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وسبع البدنة أو البقرة كشاة[38] (شرح مقدمہ) یعنی ساتواں حصہ اونٹ یا گائے کا ایک بکری کا حکم رکھتا ہے۔

دعائے عقیقہ: جب ذبح کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے "بسم الله الله اكبر" کہہ کر ذبح کرے۔

(اللهم هذه عقيقة فلان دمها بدمه) للمقابلة (ولحمها بلحمه وعظمها بعظمه وجلدها بجلده وشعرها بشعره اللهم اجعلها فداء لابن فلان من النار)[39]

یعنی: اے اللہ! یہ عقیقہ میرے بیٹے کا ہے، جس کا فلاں نام ہے، اِس کا خون اُس کے خون کے بدلے (یعنی یہ خون بطور فدیہ ہو)، اور اِس کا گوشت اُس کے گوشت کے بدلے، اور اِس کی ہڈی اُس کی ہڈی کے بدلے، اور اِس کا چمڑا اُس کے چمڑے کے بدلے، اور اِس کے بال اُس کے بالوں کے بدلے، یا خدا! یا کردے اِس عقیقے کو میرے بیٹے کا بدلہ آگ سے۔

فائدہ: اگر ذبح کرنے والا لڑکے کا باپ نہ ہو کوئی اور ہو تو اُس کا اور اُس کے باپ دونوں کا نام لے کر یہ عقیقہ فلاں کے بیٹے فلاں کا ہے، اگر لڑکی ہو ضمیر مذکر کو مؤنث کردے یعنی "دمها بدمها" آخر تک پڑھے بعد اُس کے یہ دعا بھی پڑھے پھر ذبح کرے۔

إِنِّي وجهت وَجْهِي للَّذِي فطر السَّمَوَات وَالْأَرْض عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أَمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ[40]

یعنی: میں نے منہ کیا اُس کی طرف جس نے زمین و آسمان بنائے، ابراہیم علیہ السلام کے دین پر، ایک طرف کا ہو کر (خالص ہو کر، توحید پر قائم ہو کر)، اور میں نہیں شریک کرنے والا (کسی کو اللہ کے ساتھ)۔ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کی طرف ہے، جو پروردگار ہے عالم کا، کوئی نہیں اُس کا شریک، اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں حکم برداروں سے ہوں۔ اے اللہ! تجھی سے اور تیرے لئے ہے سب کچھ۔ اللہ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں، اور اللہ بہت بڑا ہے۔

مسئلہ: عقیقہ کے چمڑا کا وہی حکم ہے جو قربانی کی کھال کا ہے کہ اپنے صَرف میں لائے یا مساکین کو دے یا کسی اور نیک کام مسجد یا مدرسہ میں صرف کرے۔[41] (بہارِ شریعت)

حُقوق الاولاد: حُقوق الاولاد علی الوالدین (والدین پر اولاد کے حقوق) کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ " نفع العباد فی تربة الاولاد" میں عرض کردی ہے، یہاں اس تصنیف کی مناسبت سے چند ایک عرض کرتا ہوں۔

(۱) اولاد پیدا ہو تو اس کو نہلا دیں اور سفید کپڑے میں لپیٹیں اور زرد کپڑے سے بچائیں چنانچہ "حقيقة العقيقه" میں ہے:

ويلف المولود في خرقة بيضاء نقية، ولا يلف في خرقة صفراء [42]

(۲) کان میں اذان کہے۔ حدیث میں ہے:

---

[38] (المنهاج القويم شرح على المقدمة الحضرمية في الفقه الشافعي، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: في العقيقة، ص310، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، 1420ھ/2000م)

[39] (مفاتيح الجنان شرح شرح الإسلام ، فصل في سنن النكاح وفضائله وحقوقه، ص563، كتاب ناشرون، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 2011م)

[40] (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب في الأضحية، الفصل الثاني، 459/1، الحديث 1461، المكتب الإسلامي–بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[41] (بہارِ شریعت، عقیقہ کا بیان، مسائل، 15/357، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[42] (مفاتيح الجنان شرح شرح الإسلام ، فصل في سنن النكاح وفضائله وحقوقه، ص562، كتاب ناشرون، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 2011م)

وَعَن أبي رافعٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِّ صَلَّى اللهُّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الحسنِ ابنِ عليٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيْثٌ حسن صَحِيح[43]

یعنی: ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کی اذان دیتے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں جب وہ پیدا ہوئے۔

اور "مفتاح الجناۃ" میں ہے جب حسنین رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس کی اولاد پیدا ہو تو چاہیے کہ داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے، اِس کی برکت سے لڑکا مرض اُمّ الصِّبیان (بچپن کا آسیب یا جناتی بیماری) سے محفوظ رہے گا۔

سید نے "شرح مشکوٰۃ" میں لکھا ہے: رُوِي أَن عُمر بْن عبْد الْعزِيز كَانَ يُؤذِّنُ فِي اليُمْنى ويُقِيمْ فِي اليُسْرى.[44]

یعنی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہما دائیں کان میں اذان اور بائیں سے اِقامت کہلواتے تھے۔

اور "شرح المقدمه" میں ہے:

ويسن أن يؤذن في أذن الولد اليمنى وأن يقام في اليسرى للاتباع، ولأنه يمنع ضرر أم الصبيان[45]

اِس کا مطلب وہی ہے جو امام حسین کی روایت کا ہے۔

نکتہ: نومولود کو اذان سنانے کا نکتہ یہ ہے اُسے پہلے ہی دنیا میں آتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سنانا چاہیے پھر اذان کی تخصیص اِس لئے ہے کہ اُس سے شیطان بھاگتا ہے اور رزین کی روایت میں ہے کہ سورۂ اخلاص بھی پڑھے اور روضہ (کتاب) میں ہے کہ لڑکے کے کان میں کہے:

(اللهم) إِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ[46]

یعنی اے اللہ میں اِس اولاد کو اِس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان مردود سے۔ (شرح مشکوٰۃ و شرح سفر السعادت)

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ داہنے کان میں چار مرتبہ اذان، بائیں میں تین بار اقامت کہی جائے، بعض جگہ رواج ہے کہ لڑکی کی پیدائش میں اذان نہیں کہی جاتی ہے، یہ غلط ہے لڑکی کا وہی حکم ہے جو لڑکے کا ہے۔

(۳) بچے کے تالو (منہ کے اندر کی چھت) میں کوئی میٹھی چیز ملیں جیسے فرمایا شہد، اِس کا تقاوُل (نیک شگون) ہے کہ اِس کو اللہ ایمان کی مٹھاس نصیب کرے۔

"حقيقة العقيقه" میں ہے:

(ويحنكه بالتمر) في (التاج) المصادر التحنيك كام كودك بماليدن أي يمضغ له التمر ثم يطعم.[47]

---

43) (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة، الفصل الثاني، 2/1209، الحديث4157، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

44) (شرح السنة للبغوي، كتاب الصيد والذبائح، باب الأذان في أذن المولود، 11/273، الحديث2822، المكتب الإسلامي دمشق، بيروت، الطبعة: الثانية، 1403 هـ 1983 م)

45) (المنهاج القويم شرح على المقدمة الحضرمية في الفقه الشافعي، كتاب الحج، باب الأضحية، فصل: "في محرمات تتعلق بالشعر ونحوه"، ص312، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، 1420هـ/2000م)

46) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب في الوسوسة، 1/140، الحديث4154، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

47) (مفاتيح الجنان شرح شرح الإسلام، فصل في سنن النكاح وفضائله وحقوقه، ص562، كتاب ناشرون، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 2011م)

وفي العيني شرح البخاری: وَفِيه: اسْتِحْبَاب تحنيك الْمَوْلُود عِنْد وِلَادَته وَحمله إِلَى صَالح يحنكه[48]

فَإِن قلت: مَا الْحِكْمَة فِي تحنيكه؟ قلت: قَالَ بَعضهم: يصنع ذَلِك بِالصّبِيِّ ليتمرن على الْأكل فيقوى عَلَيْهِ، فيا سُبْحَانَ الله مَا أبرد هَذَا الْكَلَام، وَأَيْنَ وَقت الْأكل من وَقت التحنيك؟ وَهُوَ حِين يُولد وَالْأكل غَالِبا بعد سنتَيْن أَو أقل أَو أَكثر؟ وَالْحِكْمَة فِيهِ أَنه يتفاءل لَهُ بِالْإِيمَان لِأَن التَّمْر ثَمَرَة الشَّجَرَة الَّتِي شبهها رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، بِالْمُؤمنِ، وبحلاوته أَيْضا[49]

وَالْأولَى فِيهِ التَّمْر فَإِن لم يَتَيَسَّر فالرطب وإِلَّا فشيء حُلْو، وَعسل النَّحْل أولى من غَيره. ثمَّ مَا لم تمسه النَّار.[50]

تحنیک(تالو چُھوانا) کیا جائے، لڑکا چھوہارے سے۔ "تاج المصاور" (لغت کی کتاب) میں ہے: لکھا ہے کہ تحنیک کے معنی لڑکے کا تالو(منہ کی چھت) ملنا، مطلب یہ ہے کہ چھوہارا چبا کر اُس کو کھلانا، اور "عینی" (صحیح بخاری کی شرح) میں ہے کہ مستحب ہے لڑکے کی تحنیک، اور لے جانا کسی اچھے آدمی کے پاس، وہ تحنیک کرے۔ پھر اگر تو سوال کرے کہ تحنیک میں کیا حکمت ہے تو میں کہوں گا کہ بعض کا قول تو یہ ہے کہ اِس لئے تحنیک کرتے ہیں کہ اُس کو کھانے کی عادت ہو، یعنی وہ کھانے کا خوگر(عادی) ہو جائے اور قوت حاصل ہو کھانے پر۔ یہ بات لڑکے کے لئے عجیب بنے، سبحان اللہ! کہاں کھانے کا وقت، کہاں تحنیک، اُس کا وقت پیدا ہوتے ہی ہوتا ہے، کھانا کم و بیش دو برس بعد ہوتا ہے۔

نکتہ: اس میں نکتہ یہ ہے کہ لڑکے کے ایمان کی تفاؤل(نیک شگون) ہے، اِس لئے کہ چھوہارا ایسے درخت کا پھل ہے کہ اُس کو اور اُس کی شیرینی(مٹھاس) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن سے تشبیہ دی ہے، اور بہتر یہ ہے کہ خشک چھوہارے سے تحنیک کریں، پھر اگر نہ میسر ہو تو تر چھوہارا سہی، اور یہ بھی نہ ہو تو جو میٹھی چیز ہو، شہد بہتر ہے، ورنہ کسی شیریں(میٹھی) چیز سے، پھر اُس کے بعد ایسی چیز ہو کہ آگ میں نہ پکی ہو۔

حدیث: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خُرما(کھجور) چبا کر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے منہ میں ڈالا، تو پہلی چیز کہ اُس کے شکم(پیٹ) میں گئی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن(منہ) مبارک کا لعاب(تھوک) ہی تھا، بعد اُس کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِن کے تالو میں ملا، پہلا بچہ کہ اسلام کے زمانے میں پیدا ہوا، وہ اِبنِ زبیر رضی اللہ عنہما ہی تھے۔ ان کی پیدائش سے مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی تھی، اِس لئے کہ کفار کہتے تھے کہ یہودیوں نے سحر(جادو) کیا ہے کہ مسلمانوں کی اولاد پیدا نہ ہو۔ اولاد کو کسی صالحہ (نیک) شریف القوم(عزت دار خاندان کی) عورت کا دودھ پلائے، فاسقہ(گناہگار) اور آوارہ عورت کے دودھ سے بچائے، اور سنت تو یہی ہے کہ خود ماں ہی پلائے۔ حدیث میں ہے:

ليس للصبي خير من لبن أمه-[51](شرعة الاسلام) یعنی بہتر نہیں لڑکے کے حق میں اس کی ماں کے دودھ سے۔

لڑکے کے رونے سے تنگ دل(پریشان) اور ملول(غمگین) نہ ہو اِس لئے روتے وقت لڑکا حق تعالیٰ کی حمد اور والدین کے لئے دعا اور استغفار کرتا ہے اور بعض اخبار میں ہے کہ بچہ مومن چار مہینے تک "لااله الا الله" کہا کرتا ہے، اُس کے بعد چار مہینے تک "محمد رسول الله" کہتا رہتا ہے، اس کے بعد چار مہینے تک

---

[48] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب العقيقة، باب: تسمية المولود غداة يولد لمن يعق عنه وتحنيكه، 85/21، (دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) بيروت)

[49] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب العقيقة، باب: تسمية المولود غداة يولد لمن يعق عنه وتحنيكه، 84/21، (دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) بيروت)

[50] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب العقيقة، باب: تسمية المولود غداة يولد لمن يعق عنه وتحنيكه، 83/21، (دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) بيروت)

[51] (شرح شرعة الإسلام وبهامشه عدة رسائل، ص451، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، 1993م)

"اللهم اغفرلی والوالدی" کا ورد کرتا ہے، کافر کا لڑکا بھی کلمہ پڑھتا ہے لیکن دعا اور استغفار کے بجائے "لعنة الله علی ولدی" کا ورد کرتا ہے۔[52] (شرح شرعة الاسلام)

پیدا ہونے کے ساتویں دن اُس بچے کا اچھا نام شرعة الاسلام میں ہے:

ویحسن اسم ولده فانه یدعی یوم القیامة باسمه واسم ابیه ویسمیه ای الولد باسم من اسماء الانبیاء علیهم السلام واحق ما یسمی الولد عبدالله وعبد الرحمن ونحو ذلك

وفي إحیاء العلوم: واذا سمی الولد باسماء الانبیاء والملائكة لم یجز ان یلعنه او یشتمه او یصغره) ای لا یجوز ان یورد ذلك الاسم ببناء التصغیر ویذكره علی سبیل الاهانة والتحقیر انت كذا وكذا) بدون ذكر الحدیث اذا سمیتم الولد محمدا تعالی علیه وسلم (ووسعواله (الاان یواجهه) الشخص (المسمی فیقول له اسمه (ویكرم الولد) اكراما (اذا سماه محمدا ففي فاكرموه) [53]

یعنی اولاد کا اچھا نام رکھے اِس لئے کہ قیامت میں وہ اپنے اور اپنے باپ کے نام سے پکارا جائے گا اور انبیاء علیہم السلام کے اَسماء (ناموں) پر بچوں کا نام رکھے، بہتر نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے وغیرہ وغیرہ۔ "احیاء العلوم" میں ہے کہ جس نے نام رکھا اپنی اولاد کا کسی نبی کے نام پر تو اُس کو لعنت کرنا اور گالی دینا، اُس کا جھوٹا نام لینا، اہانت اور حقارت کی راہ سے درست نہیں، مگر اُس کے روبرو یوں لینا کہ تو ایسا ایسا ہے بغیر اُس کا نام لئے مضائقہ (حرج) نہیں اور اُس لڑکے کی عزت کیا کرے جس کا نام محمد ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب تم "محمد" کا نام رکھا کرو کسی اولاد کا تو اُس کی تعظیم کیا کرو۔

فائدہ: فقیر کی تصنیف "شہد سے میٹھا نامِ محمد" اِس موضوع میں خوب ہے کہ اسمِ محمد کے فضائل و کمالات اور مسائل و حکایات سے بھرپور ہے۔

قاعدہ: جس نام میں "عبد" کا لفظ "امۃ" کا لفظ ہو اللہ تعالیٰ کے کسی نام کی طرف مضاف ہو جیسے "عبد اللہ" مذکر کا نام اور "امۃ اللہ" مونث کا نام یا "اللہ دیا" اور "اللہ دی" اور خدا بخش وغیرہ۔

حدیث: "ترمذی" میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں دن لڑکے کے نام رکھنے کا حکم دیا۔[54]

"مشکوٰۃ" میں ہے: وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ وهمامٌ[55]

یعنی بہت سچا نام ہمام اور حارث ہے۔

فائدہ: عبدُ اللہ اور عبدُ الرّحمٰن اِس لئے اچھا نام ٹھہرا کہ اِس نام سے بندگی (عبادت و غلامی) کی صفت جو کہ حقیقتِ انسان (انسان کی اصل فطرت) ہے اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ اور ہمّام اور حارث اِس لئے سچا نام مقرر ہوا کہ ہمّام کے معنی اندوہناک (غمگین) ہیں اور کوئی شخص دنیا میں غم اور اندوہ (رنج و مصیبت) سے خالی نہیں۔

---

[52] (شرح شرعة الإسلام وبهامشه عدة رسائل، ص451، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، 1993م)

[53] (شرح شرعة الإسلام وبهامشه عدة رسائل، ص451إلى453، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، 1993م)

[54] (سنن الترمذي، كتاب الأضاحي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،باب ما جاء في العقيقة، 4/ 83، الحديث1516، دار الكتب العلمية)

[55] (مشكاة المصابيح ،كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الثالث، 3/1349، الحديث4782، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

اور حارث مُشتَق ہے (نکلا ہوا ہے) حَرث سے، جس کے معنی کَسب (کمائی) اور زراعت (کھیتی باڑی) کے ہیں۔ اور دنیا میں تمام لوگ کاشت کار (بیج بونے والے) ہیں، جو کچھ یہاں بوئیں گے وہاں کاٹیں گے۔ الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ [56]

روایت میں ہے کہ

خَيْرُ الْأَسْمَاءِ مَا عُبِّدَ وَمَا حُمِّدَ [57] یعنی بہتر نام وہ ہے جو حمد اور عبد سے متعلق ہو جیسے محمد اور احمد اور عبد اللہ اور عبد الکریم۔

"سنن نسائی" اور "ابو داؤد" میں وہب جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ [58] یعنی نام رکھو پیغمبروں کے نام پر۔

فائدہ: یہ بطریقِ استحباب فرمایا کہ پیغمبر مخلوق میں افضل اور اکمل لوگ ہیں، تو اُن کے نام تمام ناموں سے اشرف اور افضل ہوئے۔ "امام سیوطی" کی "جامع صغیر" میں ہے کہ "طبرانی" نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ

من ولد له ثلاثة أولاد لم يسم أحدهم محمدا فقد جهل [59]

یعنی جس کی تین اولادیں ہوئی ہوں اُس نے ایک کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر رکھا تو بیشک اُس کا ثواب نہ جانا۔

اور "بخاری" اور "مسلم" اور "ابو داؤد" میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تسموا باسمي [60]

یعنی میرے نام پر نام رکھو۔

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر نام رکھنا مستحب ہے، اکثر روایتوں میں اِس کی ترغیب اور بشارت واقع ہے کہ جس کا نام محمد ہو گا اُس کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اور اُس کو بہشت (جنت) میں لائیں گے چنانچہ صاحبِ قصیدہ بردہ نے کہا ہے:

فَانّ لِي ذِمَّةً مِنْهُ بتسْمِيَّتي مُحَمَّدا وَهُوَ اوْفَى الْخَلْقِ بالذمَمِ

"اشرف الوسائل شرح شمائل" میں ہے:

وينبغي تحري التسمية باسم من أسمائه لخبر أبي نعيم. قال الله:

---

[56] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، كتاب الرقاق، 8/3226، الحديث5156، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

[57] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، فصل في البيع، فرع يكره إعطاء سائل المسجد إلا إذا لم يتخط رقاب الناس، 6/ 417، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

[58] (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، 4/ 288، الحديث4950، المكتبة العصرية)

(سنن النسائي، كتاب الخيل، باب ما يستحب من شية الخيل، 6/ 219، الحديث3565، مكتب المطبوعات الإسلامية، سنة النشر: 1414هـ/ 1994م)

[59] (المعجم الكبير، باب الواو، من اسمه واثلة، واثلة بن الأسقع الليثي ،ما أسند واثلة، القاسم أبو عبد الرحمن عن واثلة، 22/ 95، الحديث 227)

[60] (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب كنية النبي صلى الله عليه وسلم، 3/ 1301، الحديث3345، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

(صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم وبيان ما يستحب من الأسماء، 3/ 1684، الحديث2134، دار إحياء الكتب العربية)

(سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الرجل يتكنى بأبي القاسم، 4/ 292، الحديث4965، المكتبة العصرية)

«وعزتی وجلالی لا عذّبت أحدا یسمی باسمك فی النّار».[61]

یعنی اور لائق ہے کہ پیغمبرِ خدا کے کسی نام پر نام مقرر کیا جائے، اِس لئے کہ حدیث میں ہے ابو نُعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ کو اپنی عزت وجلال کی قسم کہ ہر گز عذاب نہ کروں گا آگ میں کسی کو جس کا نام تیرے نام پر ہو گا۔

اور حدیث قُدسی میں وارد ہے کہ إني آليت على نفسي لا يدخل النار من اسمه أحمد ولا محمد [62]

یعنی بیشک میں نے قسم کھائی اور ٹھہرالیا اپنے نفس پر کہ نہ داخل کروں آگ میں اُس کو جس کا نام احمد یا محمد ہو۔

مسئلہ: ایسا نام جس میں خُصومت (لڑائی جھگڑا) اور بدخوئی (بُرا اخلاق، سخت مزاجی) نکلے ہر گز نہ رکھے، کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بُرا نام "حَرب" (لڑائی) اور "مُرب" (سخت و تلخ مزاج) ہے، کہ پہلے سے لڑائی اور خُصومت اور دوسرے سے تلخی (کڑواہٹ) اور بدخوئی ظاہر ہوتی ہے۔

مسئلہ: اُن ناموں سے احتراز کریں (بچیں، پرہیز کریں) جن سے بڑی شان اور مرتبہ معلوم ہو (یعنی تکبر یا بڑائی ظاہر ہو) جیسے "شہنشاہ" اور "ملکُ الاملاک" (ساری بادشاہوں کا مالک)۔ حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ "خوار ترین ناموں میں اللہ کے نزدیک شہنشاہ ہے۔" اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ" یعنی کوئی بادشاہ نہیں سوا اللہ تعالیٰ کے" اور صحیح مسلم میں ہے کہ "سخت غضب میں اور بڑا خبیث وہ آدمی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو گا کہ اُس نے اپنا نام ملک الاملاک یعنی شہنشاہ رکھا تھا کوئی بادشاہ نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا سو اب جاننا چاہیے۔"

قاعدہ: مذکورہ اسماء کے سوا جس نام میں ایسا وصف پایا جائے اُس کا یہی حکم ہے بطورِ مثال ایک دو نام لکھ دیئے گئے ہیں۔ (شرح سفر السعادۃ)

اَغلاط العوام: ہندو ہندو پاک میں عادت ہے کہ اچھے ناموں کو بگاڑا جاتا ہے مثلاً "عبد الرحمن" کو "رحمان" اور "عبد الخالق" کو "خالق" وغیرہ کہتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء ہیں۔ اِسی طرح بہت سے اسماء کو تصغیر (چھوٹا بنا کر کہنا جیسے: محمود کو ممدو کہنا) بلکہ تحقیر کی جاتی ہے۔ ایسے ہی ایسے نام رکھنا جن کا معنی نہ ہو یا بُرے معنی میں ہو، اُس سے احتراز (بچاؤ) کیا جائے۔ یاد رہے کہ اچھا نام ہو تو تفاؤل (نیک شگون) سے برکت بھی ہوتی ہے اور صاحبِ نام کو راحت بھی۔ اگر "محمد" نام ہو تو آخرت میں اپنی بخشش کے علاوہ، نام رکھنے والے ماں باپ کی مغفرت بھی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: "شہد سے میٹھا نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔

مسئلہ: حتی الامکان بچے کو ماں ہی دودھ پلائے۔ اگر ماں کا دودھ نہ ہو یا کچھ اور عذر (رکاوٹ یا مجبوری) ہو تو کسی عورت صالحہ (نیک سیرت عورت) قومِ شریف (عزت دار خاندان) سے دودھ پلائے اور رَذیل (گھٹیا) اور بدکار عورت کا دودھ نہ پلائے کیونکہ بچے میں دودھ کا اثر ہوتا ہے۔

مسئلہ: جس وقت دودھ پلائے تو قبلہ رُو بیٹھے اور بسم اللہ کہے، اور جب پی چکے تو اُس کا منہ رومال سے صاف کرے، اور بعدِ فراغت کے بول و براز (پیشاب و پاخانہ) سے اس کے جسم کو پانی سے پاک کرے اور اُس کے تمام بدن کو نجاست سے پاک رکھا کرے۔

دعا: صبح و شام یہ دعا پڑھ کر اُس پر دم کرے: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

اور الحمد ستر (۷۰) مرتبہ پڑھے اگر نہ ہو سکے تو سات بار پڑھ کر دم کیا کرے۔

---

[61] (أشرف الوسائل إلى فهم الشمائل، باب: ما جاء في أسماء رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص531، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1419هـ – 1998م)

[62] (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ذكر طوائف من جماهير النساك والعباد، مسعر بن كدام، حديث التشهد عن النبي صلى الله عليه وسلم الذي رواه مسعر عنه مرفوعا وغير ذلك من الأحاديث النبوية الشريفة في النصح الخ، 7/ 237، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع)

فائدہ: جب بچے کو سُ ُلانے کے لئے لوری دے یا جھولے میں جُھلائے جو کلمے بے معنی، خلافِ شَرع عورتوں میں مُروَّج (رائج) ہیں نہ کہے بلکہ کلماتِ پاک جیسے:

"حَسْبِي رَبِّي جَلَّ اللهُ مَا فِي قَلْبِي غَيْرُ اللهُ نُورُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ"

اور درود شریف کہا کرے کہ اُن کے کہنے میں بہت بڑا ثواب ہوتا ہے اور اُن کی برکت سے بچہ ہر آفت و بلا سے محفوظ رہتا ہے اور بچے کو کوئی چیز حرام یا ناپاک یا نشے کی پلائے نہ کھلائے اگرچہ بطریقِ دوا کے ہو۔

فائدہ جب بچہ کچھ بولنے لگے تو اللہ کا نام سکھلائے اور جب زیادہ بولنے لگے تو کلمہ طیبہ (لا إله إلا الله محمد رسول الله) پڑھائے، اور آہستہ آہستہ اللہ کے ننانوے (99) نام یاد کرائے، اور کلماتِ فُحش (گندے الفاظ) اور بے حیائی، گالی دینے، غلط بولنے سے روکے۔ اِس طرح کے کلام سے منع کرے، اور پاک و ناپاک، حرام و حلال سے آگاہ کرے۔ طریقہ آداب و سلام سکھلائے، اور کھانے کے وقت ہاتھ دُھلوایا کرے اور بسم اللہ پڑھے، اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ پانی پینے کے وقت بھی اوّل بسم اللہ پڑھایا کرے، اور سر ڈھانپنے کی عادت ڈالے اور سر ننگا رکھنے سے روکا کرے تاکہ بے ادب نہ ہو جائے، اور بمطابقِ شرع و سنّت کے کپڑے پہنایا کرے۔ چادر (تہبند) یا پاجامہ نصف ساق (پنڈلی تک) ہو یا زیادہ، مگر اتنا نیچا نہ کرے کہ ٹخنہ ڈھک جائے کیونکہ یہ درست نہیں۔ لڑکے کو سرخ، زرد اور ریشمی غیر شرعی کپڑے ہرگز نہ پہنائے، اور سر پر چوٹی، ٹپہ، اور گُرده (بالوں کی گرہ) نہ رکھے کہ یہ منع ہے۔ بچے کو جھوٹے قصے اور بیہودہ حکایتیں نہ سنایا کرے، بلکہ حالاتِ انبیاء علیہم السلام اور اُولیاء کرام کی حکایات سناتا رہے، اور حکماء و عُلماء کے اَقوال یاد کرائے۔ جب بچے میں طاقت ہو تو اُس کا ختنہ کرنا چاہئے، اور سات برس سے زیادہ تاخیر اچھا نہیں۔ ختنہ کے وقت نشے کی چیز کھلانا یا پلانا روا (جائز) نہیں۔ ختنہ کی تقریب پر خیرات کرنا مسنون طریقے پر جائز ہے، مگر خلافِ شَرع رسمیں اور بے جا اسراف نہ کرے۔ جب ہوشیار ہو تو کسی دین دار پرہیز گار استاد کے پاس بٹھائے، اگر حفظ کرے تو بہتر ہے، ورنہ ناظرہ قرآن پاک مکمل کروائے۔ جب قرآن شریف تمام ہو جائے تو فوراً کوئی دوسری کتاب شروع نہ کروائے، بلکہ نماز سکھلانے کی کوشش کرے۔ بچے کو سکھائے کہ بول و براز (پیشاب و پاخانہ) کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، اور استنجا میں پہلے ڈھیلے سے صاف کرے، پھر پانی سے طہارت کرے۔ وضو و غسل کا مسنون طریقہ اور نماز و روزے کے مسائل سکھائے۔ اُسے ایسی مختصر کتابیں پڑھائے جیسے: ہمارا اسلام، مخزنِ راز و نیاز، حنفی نماز (فقیر کی ترتیب)، نصاب الصبیان، بہارِ شریعت، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تصانیف اور عقائد و مسائل کی دیگر کتابیں۔ پھر صرف و نحو (عربی زبان کے قواعد)، منطق، تفسیر القرآن، حدیث شریف، فقہ میں محنت کروائے، اور خطاطی (لکھائی) بھی سکھائے۔ فاسق و فاجر لوگوں کی صُحبت اور لہو و لَعِب (کھیل کود، بے مقصد مشغلے) سے دور رکھے۔ جب سَن بُلوغ کو پہنچے تو اگر لڑکا ہے تو کسی عفیفہ (پاکدامن)، ہوشیار، پڑھی لکھی، دینی تعلیم یافتہ لڑکی سے اُس کا نکاح کرے۔ اور نکاح کو مسنون طریقے پر انجام دے، اِسراف اور بدعات و رسموں سے بچے۔

مسئلہ: جب اولاد بالغ ہو جائے، تو اگر لڑکا ہے تو کسی شریف القوم عورت سے اُس کا نکاح کرے، اور اگر لڑکی ہے تو کسی پرہیز گار مرد سے اُس کا نکاح کرے۔ فاحِشہ عورت یا بد کردار مرد سے بچائے، کیونکہ اُس میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ بہت زیادہ مہر مقرر نہ کرے، کیونکہ مہر کی خوبی تھوڑے میں ہے۔ جیسا کہ عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خير الصداق أيسره[63] یعنی اچھا مہر وہ ہے جو تھوڑا ہو۔

---

[63]) (المستدرك على الصحيحين، كتاب النكاح، خير الصداق أيسره، 2/ 537، الحديث2796، دار المعرفة، سنة النشر: 1418هـ/ 1998م)

اِس حدیث کے راوی ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور حاکم نے اِس کو صحیح بتلایا اور کم تر حد مہر کی دس درہم شرعی جس کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہیں اور اکثر کی حد مقرر نہیں اور اِس کی تفصیل "فتاویٰ رضویہ" اور "بہارِ شریعت" میں ہے۔ اِس مختصر میں اِس کی گنجائش نہیں۔ "شرح شرعة الاسلام" میں ہے:

قالت الحكماء: ينبغي للمتزوج أن تكون الزوجة دونه في أربع: السن، والطول، والمال، والحسب، وإلّا احتقرته وتهاونت به، وأن تكون فوقه في أربع: الجمال، والأدب، والخلق، والورع.[64]

یعنی عقلمندوں کا قول ہے کہ بیان کرنے والے کو لائق ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرے کہ اُس سے چار باتوں میں کم ہو: عمر میں، قد میں، مال میں، حسب میں اور نہیں تو مرد کو حقیر اور ذلیل جانے گی اور چار باتوں میں زیادہ ہو: جمال میں، ادب میں، اچھی خو، میں پرہیز گاری میں۔

خاتمہ

ردٹیڈی مجتھدین: بدقسمتی سے ہمارے دَور میں عِلم کی قِلّت (کمی) جَہل کی کَثرت (زیادتی) سے بعض وُکلاء (وکیل)، پروفیسر، ڈاکٹر قسم کے لوگ مُجتہدین بن بیٹھے ہیں، اُصول و ضَوابِط اور قَواعِد (ضابطے) کو پسِ پُشت (نظر انداز کرکے) ڈال کر ایک آدھی عبارت سے اپنا مَوقِف (موقف، رائے) ثابت کرنے کی کوشِش کرتے ہیں۔ اُس کی ایک مثال فوٹو کے جَواز (جائز ہونے) کی ہے۔ کوثر نیازی نے اِس کے جواز میں دَلیل پیش کی کہ چونکہ آئینہ میں شکل دیکھنا جائز ہے، تو یہ (یعنی فوٹو) کیوں ناجائز ہے؟ اِس کی یہ دَلیل فوٹو کے مُجَوِّزین (جواز کے قائلین) کو ایسی پسند آئی کہ آج تک اُسے بار بار دُہرایا جارہا ہے، حالانکہ یہ دلیل ہی نہیں، بلکہ اُسے دلیل کہنا بھی لفظ "دلیل" کی توہین ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ مُجَوِّزین (جواز کے قائلین) میں اب بہت بڑے بڑے لکھے (درحقیقت جاہل) شامل ہو چکے ہیں۔

فائدہ: یہ دَلیل نہیں، ڈھگوسلہ (بے بنیاد بات یا دھوکہ دہی کی دلیل) ہے، اِس لئے کہ آئینہ میں صورَت (چہرہ یا عکس)، اِسی طرح پانی میں جو شکل و صورَت (عکس و چہرہ) دِکھائی دیتی ہے، وہ غَیر مُستَقَر (عارضی، ٹھہری ہوئی نہیں) ہے، یعنی دائمی (ہمیشہ رہنے والی) نہیں، اور فوٹو دائمی (ہمیشہ باقی رہنے والی) ہے۔ (مزید تحقیق و تفصیل کے لیئے فقیر کا رسالہ "اسوء التعزیر" پڑھئے۔)

اعجوبہ: اِسی کوثر نیازی کا ایک اور ڈھگوسلہ سنیئے اُس نے ایک دفعہ اخبار میں اعلان کر دیا کہ قرآن کا کوئی بھی منسوخ ہے ہی نہیں اِس طرح کے اُس نے بیشمار اجتہادات کئے اور وہ بعض باتوں میں اپنے استاد مودودی سے بھی بازی لے گیا۔

یاد رہے کہ اِن ٹیڈی مجتہدین کا سربراہ مودودی ہے جس نے ایسے ڈھگوسلہ بازی کی بنیاد رکھی، افسوس تو یہ ہے کہ اب ہمارے بعض عُلماء کرام بھی اِس روِش (طریقہ) پر چل نکلے ہیں ایک دور تھا کہ علماء عُلوم میں یکتائی کے باوجود اپنے اکابر کے اُصول کے سرِ مو (ذرّہ برابر) ہٹنے کو جرمِ عظیم سمجھتے تھے لیکن اب حال یہ ہے کہ دو چار کتابوں کی تصنیف کے بعد خود مستقل مجتہد بن جاتے ہیں، نہ بڑوں کا لحاظ اور نہ اصولِ اسلام کا خیال اور وہ اپنے اِس کارنامہ پر نازاں ہیں، لیکن مجھے اِس لئے افسوس ہے کہ وہ کل قیامت میں اپنے اکابر کے ساتھ مَحشور (جمع) ہونے کے بجائے مودودی سے نتھی کئے گئے (جوڑے گئے) تو کیا ہوگا دراصل یہ ٹیڈی اجتہاد شُہرت کا ذریعہ ہے اِسی لئے وہ اِس اجتہاد کو سامنے رکھ کر کہیں سے کہیں چلے جاتے ہیں۔

ایک اور ٹیڈی مجتھد: ہمارے دور کی بدقسمتی کے ایسے مُجتَہدین کبھی بَرسَرِ اقتِدار (اقتدار میں آنے والے) بھی ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں وزارَت، صَدارَت، اِشارَت (قیادت یا رہنمائی) کا مِل جانا عام ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ حنیف رامے نے اِجتِہاد کرتے ہوئے کہا کہ "المُصَوِّر" (صورت بنانے والا) اللہ کا نام ہے

---

[64]) اس سے ملتی جلتی عبارت ہمیں إحياء علوم الدين میں بھی ملی۔ (إحياء علوم الدين، ربع المهلكات، كتاب كسر الشهوتين، 3/ 103، دار المعرفة – بيروت)

لیکن عُلماءِ فُنُون ثقافت کو عُریانی (بے پردگی وفحاشی) سے تعبیر کرتے ہیں، اور موسیقی کو نبیوں کا شیوہ (طریقہ) قرار دیتے ہیں، حالانکہ عُلماء اُسے حَرام (ناجائز) قرار دیتے ہیں۔ (جنگ لاہور، ۱۸ مئی ۱۹۶۶ء)

اُویسی غفرلہ: ایسی گُستاخی (بے ادبی)، وَسینہ زوری (ہٹ دھرمی) اور دَریدہ دَہنی (بے باکی سے بدگوئی) کرنے والوں کو اگر کوڑے نہ مارے جائیں تو کم از کم کوئی سَزا تو ملنی چاہیے، مگر ایسا کون کرے جب کہ حُکومت ہی اُن لوگوں کی ہے۔

تَردید: دراصل اسمِ باری تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا نام) "المُصَوِّر" (صورت بنانے والا) سے حنیف رامے کا فوٹو گرافی اور مُروّجہ ثَقافَت کا جَواز کَشید کرنا (نکالنا) بھی جہالَت ہے۔ اِس لئے کہ جس طرح اللہ کا نام "المُتکبِّر" (بڑائی والا) ہے اور بندوں کا تکبُّر کرنا حَرام (غرور کرنا ناجائز) ہے، اُسی طرح وہ (اللہ) تو صحیح معنوں میں "المُصَوِّر" ہے، لیکن بندوں کے لیے مُصَوّری حَرام اور گُناہ ہے، کیونکہ تَصویر بنانے والے "المُصَوِّر" (اللہ) کی طرح تصویر میں جان نہیں ڈال سکتے۔ یاد رہے کہ رامے صاحب کے ایسے اِجتِہاد کا سَربراہ پرویز ہے، جسے اِنکارِ حدیث پر ناز تھا، اِسی لیے اُس کی پارٹی کا نام "مُنکِرینِ حدیث" مشہور ہے۔ ایسے ٹیڈی مُجتَہدین کے اجتہادات کی فِہرِست طویل ہے۔ اب میں موضوع کے مُطابِق اُس ٹیڈی کا اِجتہاد عرض کرتا ہوں، جس نے ایک عرصہ پہلے اَخبارات میں بڑے زور وشور سے شور مچایا کہ "عقیقہ کوئی شَرعی مسئلہ نہیں، یہ مولویوں کے پیٹ کا دھندہ ہے۔" چند فِقہ کی عبارات سے ثابت کیا کہ اگر عقیقہ کی کچھ اَصل (شرعی بنیاد) تھی تو وہ پھر بعد کو مَنسوخ (ختم) ہوگئی، اب اُس پر عمل کرنا بدعت ہے۔ طَریقہ (چالاکی) یہ کہ فقہ کی وہ عبارات نمایاں لکھیں، جن میں یہ بات ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف کچھ اقوال منسوب تھے۔ فَقیر ہر دونوں طرح سے جوابات دے گا، لیکن مختصراً عرض کرتا ہے تاکہ اَہلِ اسلام یقین کر سکیں کہ اُن ٹیڈی مُجتَہدین کا مبلَغِ عِلم (علم کی حد) کیا ہے اور وہ اپنی جہالت سے چاہتے کیا ہیں؟ یہی کہ: عُلماءِ کرام کا عِلمی وقار کم ہو۔ وہ عوام کی نظر میں گر جائیں۔ اور اُن کے بتائے ہوئے مسائل واحکام عوام کے خیال میں غلط تصوّر ہوں۔

عقیقہ کے نسخ کی حقیقت:

(۱) سب سے پہلے تو "بخاری شریف" اور "صِحاحِ سِتّہ" کے بارے میں جو صحیح اَحادیث پیش کی جاچکی ہیں ہمارے لئے بغیر کسی حِیل وحُجت (ٹال مٹول) کے قابلِ عمل ہیں قطعِ نظر اِس کے کہ اُس پر کسی امام نے عمل کیا ہے یا نہیں، کیونکہ ہمارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کافی ہیں۔

(۲) "دار قطنی" اور "بیہقی" کی وہ حدیث جس سے سنّت عقیقہ کو منسوخ ٹھہرایا گیا ہے وہ اول تو "صحاح ستہ" اور خصوصاً "بخاری شریف" کی حدیثوں کے مقابلے کی نہیں ہے۔

(۳) "بیہقی" میں ہی حضرت اُمّ کُرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقیقہ کے بارے میں صحیح حدیث موجود ہے جس کو "ابوداؤد"، "ترمذی" اور "نسائی" نے بھی پیش کیا ہے۔[65]

(٤) "دار قطنی" اور "بیہقی" والی روایت جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اُس کی سند میں مُسیّب بن شریک ہے جس کو "دار قطنی" نے متروک کہا ہے۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جن کی نظر فقہ حنفی اور حدیث پر بڑی گہری ہے) نے اِس جرح کو بغیر کسی تنقید کے نقل فرمایا ہے۔ مُسیّب بن

---

[65]) عن أم كرز الخزاعية وهي الكعبية – رضي الله عنها – قالت : سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول في العقيقة : " عن الغلام شاتان مكافأتان وعن الجارية شاة

(السنن الكبرى، كتاب الضحايا، جماع أبواب العقيقة، باب ما يعق عن الغلام وما يعق عن الجارية، 9/ 301، الحديث18681، دار الكتب العلمية)

(سنن أبي داود، كتاب الضحايا، باب في العقيقة، 3/ 105، الحديث2834، المكتبة العصرية)

(سنن الترمذي، كتاب الأضاحي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في العقيقة، 4/ 83، الحديث1516، دار الكتب العلمية)

(سنن النسائي، كتاب العقيقة، العقيقة عن الغلام، 7/ 135، الحديث4215، مكتب المطبوعات الإسلامية، سنة النشر: 1414هـ/ 1994م)

شریک کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ اُس کے ترک پر اجماع ہے۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "مصنَّف عبد الرزاق" میں بھی یہ روایت موجود ہے لیکن وہ بھی موقوف ہے۔[66](نصب الراية ،جلد٤ ،صفحه ٢٠٨)

(٥)"دار قطنی" اور "بیہقی" والی ضعیف حدیث اگر فرض کے دیگر روزے مثلاً ایامِ بیض (ہر قمری ماہ کی ١٣، ١٤، ١٥ تاریخ) کے روزے، شوال کے چھ روزے، عرفہ کا روزہ، دس محرم کا روزہ، شعبان کے پورے ماہ کے روزے منسوخ نہیں ہوئے اور زکوٰۃ کے بعد دیگر صفات و خیرات منسوخ نہیں ہوئے، تو قربانی کے بعد سنت عقیقہ کیوں منسوخ ہو گئی۔ ایامِ بیض کے روزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر اور حَضر میں بھی نہیں چھوڑتے تھے۔[67](غنية الطالبين، صفحه ٥٢٠)

(٦)اگر یہ مان لیا جائے کہ قربانی کے فرض ہونے کے بعد عقیقہ منسوخ ہو گیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی فرض ہونے کے بعد خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیوں کیا؟ ٢ ہجری میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں قربانی کی۔ قربانی ا(ایک) ہجری میں شروع ہوئی۔

(٧)حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا ٤ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین کا عقیقہ کیا۔ حضرت اُمِ کرز رضی اللہ عنہا والی حدیث جس کا ذکر اوپر بھی ہوا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ ہے، نر ہو یا مادہ اس کی کوئی قید نہیں۔ عام حدیبیہ ٧ ہجری کی ہے کیونکہ اُمّ کرز رضی اللہ عنہا اُسی سال دائرہ اسلام میں داخل ہوئی پھر ٩ ہجری میں آپ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا عقیقہ بھی کیا۔(التعليق المغني على سنن دار قطني، صفحه ٥٤٢)

(٨)فقیر اُویسی غفرلہ نے اِس رسالہ میں عرض کیا ہے کہ نَسخ کی دو قسم ہے:

(١)نسخ کے بعد منسوخ پر عمل کرنا حرام جیسے شراب۔

(٢)نسخِ وُجوب کے بعد استِحباب اور اِباحَت باقی رہتی ہے، جیسے عقیقہ کہ قُربانی سے جو منسوخ کیا گیا ہے، وہ عقیقہ کا وُجوب منسوخ ہونا ہے، ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف نبی کریم ﷺ عقیقہ کو منسوخ ٹھہرائیں، اور دوسری طرف خود عقیقہ کا عملی ثبوت پیش کریں۔ قربانی ہجرَت کے پہلے سال شروع ہوئی، اور حضرت حسین و ابراہیم رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ٣ ہجری میں کیا گیا، اور حدیث اُمِّ کُرز رضی اللہ عنہا عام حدیبیہ کی ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے خود اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا عقیقہ سن ٩ ہجری میں کیا۔(حاشیہ: موطا امام مالک)

(٩)جن عباراتِ فُقَہاء مثلاً "عالمگیری" اور "بدائع" میں عقیقہ کی کراہت کا اشارہ ہے، اُس سے مراد یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صرف لفظ "عقیقہ" کو مکروہ جانتے تھے، کہ عقیقہ لفظ سے "عُقُوق" (نافرمانی) کا وہم پڑتا تھا، اور "عُقُوق" کا لفظ جاہلیت کے ناموں میں سے تھا۔ اِس کے علاوہ لفظِ عقیقہ کا تعلق "عاقّ" (نافرمان) سے بھی ہے، لہٰذا صرف لفظ عقیقہ مکروہ یا منسوخ ہے، سنتِ عقیقہ منسوخ یا مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الناسخ والمنسوخ" میں تصریح فرمائی ہے۔

(١٠)امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اِسی عبارت کے علاوہ ایک اور بات جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ عقیقہ منسوخ ہے، تو امام محمد کی عبارت سے مُغالطہ (غلط فہمی) ہے۔ ورنہ ہمارا صحیح اور حق مذہب یہ ہے کہ بچے کی ولادت کے ساتویں یا چودھویں دن عقیقہ کیا جائے اور اُسی دن اُس کا نام رکھا جائے۔

---

[66] (نصب الراية تخريج أحاديث الهداية / ويليه منية الألمعي فيما فات الزيلعي، كتاب المكاتب، الحديث الأول، 345/4، دار الكتب العلمية، بيروت، 2010م)

[67] (الغنية لطالبي طريق الحق، كتاب المكاتب، القسم الثالث في المجالس مجلس: في فضائل شهر رمضان، 6/2، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ 1997 م)

(۱۱) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی تصریحات فقیر لکھ چکا ہے، اور چند یہاں بھی لکھے گا، لیکن دوسرے آئمہ کا ذکر کرنا لازمی سمجھتا ہے کہ ائمہ کرام نسخ کے معاملہ میں الگ نہیں ہوتے۔ تو جب دوسرے ائمہ عقیقہ کو منسوخ ہونے کے بعد مکروہ و بدعت نہیں کہتے بلکہ سنت کہتے ہیں، تو پھر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ جو اِن سب سے فقاہت (علمِ فقہ) میں عالی مرتبہ رکھتے ہیں، وہ کیسے عقیقہ مروّجہ (رائج شدہ عقیقہ) کو مکروہ یا بدعت کہہ سکتے ہیں؟

ہم لکھ آئے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقیقہ سنتِ رسول ﷺ ہے، اور یہی اہلِ حدیث کا مسلک بھی ہے۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ "عقیقہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن کیا جائے۔" اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا آخرِ وقت تک اِس سنت پر عمل رہا۔ (موطا امام مالک)

(۱۲) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کر سکتے، ان کا مذہب ہے کہ اگر میرا قول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہو تو اُسے دیوار پہ مار دو اور فقیر کُتُبِ احناف سے احادیث نقل کر چکا ہے۔ علاوہ ازیں تابعین میں بھی عقیقہ مروّج تھا چنانچہ مشہور تابعی حضرت عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما متوفی ۹۴ ہجری اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کیا کرتے تھے۔[68] (تحفة المولود، صفحه ۱۹)

فائدہ: اِس سے ثابت ہوا کہ عقیقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت تک عمل تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر تمام آئمہ کرام اور علمائے کرام کا اِس پر عمل ہے۔ صاحبِ استطاعت کو ضرور اِس سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

عقیقہ کے بارے میں احناف کی عبارات: غلط فَہمی سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کیا گیا کہ وہ عقیقہ کے نسخ کے قائل ہیں اور نسخ کردہ حکم پر عمل کرنا مکروہ و بدعت ہے، لیکن ٹیڈی مجتہد نے عمداً یا جہالت سے تحقیق کے میدان سے دُور رہا۔ فقیر پہلے عرض کر چکا ہے کہ جاہلیت میں بھی عقیقہ کا دستور تھا لیکن وہ طریقہ غلط تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی عادتِ کریمہ (پاکیزہ عادت) تھی کہ رَسمِ جاہلیت کو منسوخ کر کے نفسِ مسئلہ (اصل حکم) کو باقی رکھتے۔

مثلاً: یہود میں محرم کے روزے فرض تھے، آپ ﷺ نے اُنہیں منسوخ کر کے استِحباب کو باقی رکھا۔ اب کوئی جاہل یہ کہے کہ محرم کے روزے تو حرام ہیں یا مکروہ و بدعت ہیں تو اُس کی جہالت کا علاج کون کرے؟ یہی حال عقیقہ کا ہے۔

مثلاً: عقیقہ کے بارے میں پروفیسر رفیع اللہ شہاب نے مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۸۱ء کو روزنامہ جنگ لاہور میں ایک مضمون شائع کیا، جس میں اُس نے اپنی غلط فہمی، شوکانی کے غیر منصفانہ الفاظ اور بعض علمائے احناف کی نامقبول، غیر پسندیدہ و خلافِ جمہور فقہاءِ احناف کی توجیہہ و نقل سے متاثر ہو کر یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سرے سے عقیقہ کو جائز ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اُس کے برعکس ہے۔ سب سے پہلے شوکانی کا حال ملاحظہ ہو: شوکانی غیر مقلد مشہور ہے۔ اُس نے اپنی کتاب "نیل الاوطار" میں درج شدہ مکمل عبارت نقل نہ کر کے اُس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ اقدام کیا ہے۔ اگر صاحبِ مضمون "نیل الاوطار" کی پوری عبارت ہی نقل کر دیتے اور "البدائع و الصنائع" میں درج صاحب البدائع کا فیصلہ لکھ دیتے تو ہمیں وضاحت کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

---

[68]) (تحفة المودود بأحكام المولود، الباب السادس في العقيقة وأحكامها، الفصل الأول في بيان مشروعيتها، ص46، دار ابن حزم، الطبعة: الرابعة، 1440هـ - 2019م)

دیکھیے: شوکانی نے کہا ہے کہ "وَحکیٰ صاحبُ البحر" یعنی صاحب بحر نے یہ بات بیان کی ہے کہ "ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عقیقہ جاہلیت تھی جسے اسلام نے مٹادیا۔ "صاحبِ بحر کے اِس حکایتی قول کے بعد شوکانی نے باوجود وُسعتِ نظر کے خود کہا کہ "إن صَحَّ" یعنی اگر یہ قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا تو... الخ اِس کا صاف مطلب یہی تھا کہ شوکانی کی تحقیق کے باوجود یہ قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے محقق (ثابت) ہے ہی نہیں۔ مگر پروفیسر مذکور نے شوکانی کا یہ لفظ "إن صح" ذکر نہ کرتے ہوئے اِس غیر ثابت قول کو امام صاحب کا فتویٰ بنادیا ہے۔

وَذَهَبَ أَبُو حَنِيفَةَ إِلَى أَنَّهَا لَيْسَتْ فَرْضًا وَلَا سُنَّةً. وَقِيلَ: إِنَّهَا عِنْدَهُ تَطَوُّعٌ [69] (نیل الاوطار، جلد۵، صفحہ ۱۳۲)

یعنی اگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ عقیقہ نہ فرض ہے نہ سنت اور ان کے فقہاء نے کہا ہے کہ عقیقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تطوُّع یعنی مستحب و سنت و غیر موکدہ ہے۔[70] (کذا فی بدایۃ المجتھد لابن رشد، جلد۱ صفحہ ۴۵۰)

پوری عبارت پڑھنے سے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ "عقیقہ جاہلیت تھی" کا یہ مفہوم ہے کہ جاہلیت میں اُسے ضروری (لازمی) واجب سمجھا جاتا تھا اور غلط رُسوم (غیر شرعی طریقوں) پر مشتمل تھا۔ اِس وُجوب (لازمی حکم) اور غلط صورت کو مٹا دیا گیا۔ دوسرے فِقرے کا مفہوم یہی ہے کہ عقیقہ فرض اور سنتِ مؤکدہ نہیں جس کا تارک (چھوڑنے والا) گنہگار ہو۔ اور آخری فِقرے کا یہ مطلب ہے کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عقیقہ سنتِ غیر مؤکدہ، مستحب اور تطوع (نفلی عبادت) ہے جس کے کرنے پر ثواب اور خیر و برکت ہوگی۔ پروفیسر صاحب نے "البدائع" اور "فتاویٰ عالمگیری" کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے: محمد بن حسن کا ذاتی و غیر مقبول استدلال ("اشارۃ إلی الکراھۃ" یعنی کراہت کی طرف اشارہ) نقل کرکے، خود علامہ کاسانی کی یہ عبارت نظر انداز کر دی کہ

أَنَّهُ عليه الصلاة والسلام عَلَّقَ الْعَقَّ بِالْمَشِيئَةِ وَهَذَا أَمَارَةُ الْإِبَاحَةِ[71]

یعنی چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیقہ کو چاہنے پر معلق فرمایا ہے اِس لئے یہ سنت موکدہ نہ رہی بلکہ امرِ جائز ہے، رہے کہ امرِ مُباح کا تارک گنہگار نہیں ہوتا اگر کرلے تو اسے ثواب ہوتا ہے۔

تصریحاتِ فقہائے احناف: اب بطورِ نمونہ اکابرِ احناف کے چند ارشادات بابت عقیقہ مختصر ملاحظہ فرمائیے:

(۱) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ اَمرِ مباح ہے۔[72] (بدائع الصنائع، جلد۵، صفحہ ۶۹) امر مباح بنیت کرنے سے طاعت ہوتا ہے۔[73]

(فتاویٰ شامی، جلد۵، صفحہ ۲۱۴، ۲۴)

---

[69] (نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، كتاب العقيقة وسنة الولادة، 5/ 157، الحديث 2142، دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م)

[70] (بداية المجتهد ونهاية المقتصد، كتاب العقيقة، 3/ 14، دار الحديث - القاهرة، الطبعة: بدون طبعة، تاريخ النشر: 1425هـ - 2004 م)

[71] (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب التضحية، فصل في محل إقامة الواجب في الأضحية، 5/ 59، مطبعة الجمالية بمصر، الطبعة: الأولى 1327 - 1328 هـ)

[72] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، 6/ 402، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

[73] (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب التضحية، فصل في أنواع كيفية الوجوب، 5/ 59، مطبعة الجمالية بمصر، الطبعة: الأولى 1327 - 1328 هـ)

(۲)امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری فرماتے ہیں کہ عقیقہ مستحب سنت ہے۔[74](عمدۃ القاری،شرح البخاری ،جلد۹،صفحہ۷۱۱)

(۳)عقیقہ تقرُّب اور طاعت ہے۔"فی العقیقۃ قربۃ۔"[75](طحاوی علی الدر المختار ،جلد۵،صفحہ۲٦٦)

(٤)عقیقہ کا خون مکروہ نہیں(قربۃ)طاعتِ الٰہیہ ہے۔(فتح اللہ المعین شرح ملا مسکین،جلد۳،صفحہ ۳۷۹)

(٥)عقیقہ تطوع، مستحب و سنت ہے جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے۔(فتاویٰ شامی، جلد۵، صفحہ ۲۱٤)

أَنَّ الْعَقِيقَةَ مُبَاحَةٌ عَلَى مَا فِي جَامِعِ الْمَحْبُوبِيِّ أَوْ تَطَوُّعٌ عَلَى مَا فِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ اهـ وَمَا مَرَّ يُؤَيِّدُ أَنَّهَا تَطَوُّعٌ.[76]

(٦)اگر کوئی شخص قربانی کے جانور کے حصوں میں عقیقہ کے حصّے رکھے تو جائز ہے کیونکہ یہ عقیقہ بھی قُربت ہے۔

(حاشیۃ شہاب الدین چلپی برزیلعی، جلد ٦، صفحہ ۸)

(۷)عقیقہ سنت ہے۔[77](مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ،ملا علی قاری حنفی ، جلد۸، صفحہ ۱۵۷)

(۸)علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ "ردالمحتار "میں فرماتے ہیں کہ احناف کے نزدیک امر مباح بنیت ثواب اللہ کی طاعت ہوتا ہے۔[78]

(شامی جلد ۵،صفحہ ٦۹)

(۹)عقیقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول ہے اسلام نے جس چیز کو مٹایا ہے وہ عقیقہ کے جانور کا خون بچہ کے سر پر مَل کر بال اُتارنا ہے۔خون بالوں پر نہ ملا جائے، جانور ذبح کرنا منع نہیں ہے۔(التعلیق المغنی علی الدار قطنی، جلد٤، صفحہ ۲۸۰)

(۱۰)عقیقہ امر مستحب یعنی سنتِ غیر موکدہ ہے۔[79](فتاویٰ عالمگیری)

(۱۱)علماءِ اہل سنت احناف کی مایہ ناز مشہور کتاب "بہارِ شریعت" میں ہے:

---

[74] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب العقيقة، باب: {تسمية المولود غداة يولدلمن يعق عنه وتحنيكه}، 21/ 83، (دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) بيروت)

[75] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب الأضحية، 6/ 326، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

[76] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار ،كتاب الأضحية، 6/ 326، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

[77] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ،كتاب الصيد والذبائح ، باب العقيقة، الفصل الأول، 2686/7، الحديث 4149، دار الفكر، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

[78] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار ،كتاب الأضحية، 6/ 326، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية 1386 هـ = 1966 م)

[79] (الفتاوى الهندية، كِتَابُ الْكَرَاهِيَةِ، الْبَابُ الثَّانِي وَالْعِشْرُونَ فِي تَسْمِيَةِ الْأَوْلَادِ وَكُنَاهُمْ وَالْعَقِيقَةِ، 5/ 362،المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر (وصَوّرتها دار الفكر بيروت وغيرها) ،الطبعة: الثانية، 1310 هـ)

"حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے۔ یہ جو بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ عقیقہ سنت نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ورنہ جب خود حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنیت سے انکار صحیح نہیں۔ بعض کتابوں میں یہ آیا ہے کہ قربانی سے یہ منسوخ ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اوس کا وجوب منسوخ ہے جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ زکوٰۃ نے حقوق مالیہ کو منسوخ کر دیا یعنی اون کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔"[80](بہارِ شریعت)

عقیقہء جاھلیت:زمانۂ جاہلیت میں عقیقہ کی صورت یہ تھی کہ جانور ذبح کیا جائے اُس کا خون بچے کے پیٹ اور سر پر مَلا جائے۔ جانور کا سر بچے کے سر پر اُس وقت تک رکھا جائے جب تک کہ جانور کے کٹے ہوئے سر سے خون بہہ کر بچے کے منہ پر لکیر کی صورت میں نہ بہہ جائے، اِس کے بغیر وہ عقیقہ کو عقیقہ ہی نہ سمجھتے تھے جیسا کہ التعلیق المغنی وغیرہ اکثر کُتُب میں درج ہے اِن غلط رُسوم کو اسلام نے مٹا دیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اگر اِس قسم کا کوئی قول ہو گا تو وہ تشریح طلب ہو گا اور اُس سے مراد عقیقہ کی اُسی جاہلی صورت کو مٹانا ہو گا نہ کہ اصل عقیقہ کا مٹانا۔

اب ہم جو عقیقہ کرتے ہیں یہ جاہلیت والا عقیقہ نہیں ہے بلکہ یہ تو نعمتِ اولاد کے شکریہ میں فقط ایک ذبیحہ ہوتا ہے۔

ابتدائے اسلام میں عقیقہ واجب تھا اب بحیثیت سنت غیر موکدہ سب احناف کے نزدیک معمول و مسلم ہے۔

پروفیسر صاحب لڑکے کے لئے دو اور لڑکی کے لئے ایک کے فرق کو بھی حیرت سے دیکھ رہے ہیں حالانکہ صحیح حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عَنْ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافَأَتَانِ وَعَنْ الْجَارِيَةِ شَاةٌ یعنی لڑکے کے لئے دو بکریاں برابر عمر کی اور لڑکی کے لئے ایک بکری ذبح کرو۔

پروفیسر صاحب کے معتمد علیہ خود شوکانی صاحب نے "نیل الاوطار، جلد ٥، صفحہ ١٣٤"[81] پر یہ حدیث نقل کی ہے۔

ممکن ہے پروفیسر صاحب سوشلسٹ(Socialist) مساوات سے متاثر ہو کر مسئلہ وراثت میں بیٹے کے لئے دو حصے اور بیٹی کے لئے ایک حصہ کے حکمِ خداوندی "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ "کو بھی خلافِ انصاف سمجھتے ہوں کم فہمی اور غلط بینی کے اثرات کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

الحمد للہ اہلِ اسلام مسائل و احکامِ شرعیہ پر اگرچہ عمل نہ کریں لیکن اُن کی حقانیت کے عقیدہ پر ڈٹے ہوئے ہیں، کسی ٹیڈی مجتہد کے بہکانے سے نہیں بہکتے۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ جس طرح مسائل و احکام کی حقانیت کے عقیدہ پر مضبوط ہیں اِسی طرح اُن پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

فصلی اللہ علی حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

---

[80] (بہارِ شریعت، عقیقہ کا بیان، مسائل، 15/355، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

[81] (نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار، كتاب العقيقة وسنة الولادة، 5/ 156، الحديث 2142، دار الحديث، مصر، الطبعة: الأولى، 1413هـ - 1993م)

هذا آخر ما رقمه قلم

فقط والسلام مع الاکرام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۱۹ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ

بہاول پور۔ پاکستان